ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

6 تا 12 اپریل 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

ارتداد

''جوامع القرآن'' کا مشن

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول

پطرس: صلیبی جنگوں کا بانی

رسول اکرم ﷺ کی خانگی زندگی

یادوں کی تسبیح (26)

دو خبریں......ایک تاثر

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

رفقائے تنظیم کے نام خط

عالم اسلام

شاہ کلید

میں قدیم وجدید فلسفہ، سائنس، معاشیات، سیاسیات وغیرہ پر اچھی خاصی ایک لائبریری دماغ میں اتار چکا ہوں، مگر جب آنکھیں کھول کر قرآن کو پڑھا تو بخدا یوں محسوس ہوا کہ جو کچھ پڑھا تھا سب ہیچ تھا' علم کی جڑ اب ہاتھ میں آئی ہے۔ کانٹ' ہیگل' نٹشے' مارکس اور دنیا کے تمام بڑے بڑے مفکرین اب مجھے بچے نظر آتے ہیں۔ بے چاروں پر ترس آتا ہے کہ ساری ساری عمر جن گتھیوں کو سلجھانے میں الجھتے رہے، جن مسائل پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کر ڈالیں، پھر بھی حل نہ کر سکے۔ ان کو اس کتاب نے ایک ایک' دو دو فقروں میں حل کر کے رکھ دیا۔ اگر یہ غریب اس کتاب سے ناواقف نہ ہوتے تو کیوں اپنی عمریں اس طرح ضائع کرتے۔ میری اصل محسن بس یہی ایک کتاب ہے۔ اس نے مجھے بدل کے رکھ دیا ہے' حیوان سے انسان بنا دیا' تاریکیوں سے نکال کر روشنی پر لے آئی' ایسا چراغ میرے ہاتھ میں دے دیا کہ زندگی کے جس معاملہ کی طرف نظر ڈالتا ہوں' حقیقت اس طرح برملا مجھے دکھائی دیتی ہے کہ گویا اس پر کوئی پردہ ہی نہیں ہے۔ انگریزی میں اس کنجی کو ''Master key'' کہتے ہیں جس سے ہر قفل کھل جائے' سو میرے لیے یہ قرآن ''شاہ کلید'' ہے۔ مسائل حیات کے جس قفل پر اسے لگاتا ہوں وہ کھل جاتا ہے۔ جس خدا نے یہ کتاب بخشی ہے اس کا شکر ادا کرنے سے میری زبان عاجز ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی

الھدیٰ (227)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء

(آیات 116 تا 122)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ
اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ
وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾
يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

''اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اُس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا وہ رستے سے دُور جا پڑا۔ یہ جو اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں تو عورتوں ہی کی اور پکارتے ہیں تو شیطان سرکش ہی کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور (اللہ سے) کہنے لگا' میں تیرے بندوں سے (غیر اللہ کی نذر دلوا کر مال کا) ایک مقررہ حصہ لے لیا کروں گا اور اُن کو گمراہ کرتا اور اُمیدیں دلاتا رہوں گا اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور (یہ بھی) کہتا رہوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلتے رہیں اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔ وہ اُن کو وعدے دیتا ہے اور اُمیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان اُنہیں وعدے دیتا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ وہاں سے مخلصی نہیں پا سکیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے' اُن کو ہم بہشتوں میں داخل کریں گے' جن کے نیچے نہریں جاری ہیں' ابدالآباد اُن میں رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے۔''

یہ آیت اسی سورت میں پہلے بھی آ چکی اب یہاں دوہرائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا اس جرم کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دے گا اس کے سوا جو کچھ اس سے کم تر ہے' جس کے لیے چاہے گا۔ مگر یہاں یہ جان لینا چاہئے کہ گناہوں کے ارتکاب کے سلسلہ میں یہ کوئی free licence نہیں ہے۔ مزید فرمایا' جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ تو گمراہ ہو گیا بلکہ گمراہی میں بھی بہت دور نکل گیا۔

مشرکین مکہ کا شرک واضح کیا جا رہا ہے کہ وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اناث (females) کو پکار رہے ہیں۔ اُن کی دیویاں لات' عزیٰ اور منات تھیں اور یہ سب مونث ہیں' جیسے لات، الہ کی مونث اور عزیٰ' العزیز کی مونث وغیرہ۔ ان دیویوں کو پکارنا دراصل شیطان کو پکارنا ہے' کیونکہ لات ومنات کا کوئی وجود نہیں' ہاں! شیطان ضرور ہے۔ اللہ نے اس پر لعنت فرمادی ہے اور اس (شیطان) نے بھی یہ کہا ہے کہ اے اللہ! میں تیرے بندوں میں ایک مقرر حصہ تو لے کر ہی چھوڑوں گا۔ اس کو اپنے ساتھ جہنم میں لے کر جاؤں گا؏ ہم تو ڈوبے ہیں صنم' تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ میں ضرور ان کو بہکاؤں گا اور انہیں جھوٹی امیدیں دلاؤں گا' bright career دکھاؤں گا' انہیں ورغلاؤں گا کہ بڑی بڑی تمناؤں اور آرزوؤں میں لگے رہو۔ کچھ نہیں ہوتا اللہ بخش ہی تو دے گا۔ تم اس کے محبوب کی امت میں سے ہو۔ شیطان مزید کہتا ہے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا' پھر وہ چوپایوں کے کان چیریں گے۔ سورۃ الانعام میں یہ ساری باتیں آئیں گی کہ فلاں کے نام پر اونٹ کے کان چیر کر آزاد کر دیا۔ اب اس کو کوئی چھیڑ نہیں سکتا۔ نہ اس کا گوشت کھائے گا' نہ اس پر سواری کرے گا۔ علاوہ ازیں وہ اللہ کی خلق میں تبدیلی پیدا کریں گے۔ شیطان کی چالوں ہی کا اثر ہے کہ آج عورتیں مردوں کا انداز اختیار کر رہی ہیں اور مرد عورتوں کی ہیئت اور لباس اختیار کر رہے ہیں' بلکہ معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کے اندر تغیر و تبدل کیا جا رہا ہے اور جس شخص نے بھی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا ولی بنا لیا وہ بلاشبہ بہت کھلے خسارے اور تباہی میں مبتلا ہو گیا' کیونکہ شیطان انسان کو جھوٹی امید دلاتا اور سبز باغ دکھاتا ہے' وعدے کرتا ہے' اور شیطان کا وعدہ تو نرا دھوکا ہے۔ وہ اپنے کسی وعدے کو پورا نہیں کر سکتا۔ جو لوگ بھی شیطان کی پیروی کرنے والے ہوں گے اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے' جہاں سے فرار کی وہ کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

تقابل ملاحظہ ہو' کہ یہاں بروں کے انجام کے ساتھ اب اچھوں کا انجام بھی بتایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم انہیں عنقریب اُن باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا یہ وعدہ حق ہے' اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔

فرمانِ نبویؐ

الجھا کر بات کرنا

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((**هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ "قَالَهَا ثَلَاثًا"**)) (رواہ مسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''مبالغہ آرائی کرنے والے ہلاکت میں پڑ گئے! یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے!۔''

تشریح: حدیث کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بات کو الجھا کر اور گفتگو میں مشکل پہلو اختیار کرنا' پسندیدہ بات نہیں۔ اسی طرح عوام سے تخاطب میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور بتکلف فصاحت کے لیے مغلق اور موٹے موٹے الفاظ وارد قیق معانی بیان کرنا بھی ناپسندیدہ ہے!

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 | 6 تا 12 اپریل 2006ء | شمارہ 13
7 تا 13 ربیع الاول 1427ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود ۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان ۔ سردار اعوان ۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6316638 - 6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

ارتداد

افغانستان میں عبدالرحمٰن نامی ایک شخص نے اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی ہے یعنی مرتد ہو گیا ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق اب وہ واجب القتل تھا لیکن ابھی اُس کے مقدمہ کی سماعت عدالت میں جاری تھی کہ حامد کرزئی کو امریکی وزیر خارجہ کنڈو لیزا رائس کا ٹیلی فونک حکم نامہ آیا کہ اُسے رہا کیا جائے۔ یورپ کی دوسری عیسائی حکومتوں کی طرف سے بھی یہی مطالبہ سامنے آیا۔ پوپ نے بھی حامد کرزئی کے نام ایک خط لکھا جس میں نرمی برتنے کی ہدایت کی گئی۔ کرزئی جو ذاتی سیکیورٹی کے لیے بھی امریکی سپاہ کا محتاج ہے اتنا دباؤ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ قانونی کارروائی مکمل ہوئے بغیر جیل سے رہا کر دیا گیا اور اُسے اقوامِ متحدہ کے دفتر میں پناہ مل گئی جہاں سے وہ اٹلی پہنچ گیا ہے۔

اللہ رب العزت قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: (ترجمہ) ''اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔'' اس کے باوجود سنت اللہ یہ نہیں ہے کہ پہلے اپنا پسندیدہ دین یعنی اسلام کسی پر زبردستی مسلط کر دو پھر اُسے اس دین کی پیروی پر مجبور کرو بلکہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ یعنی ''دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے۔'' خالقِ کائنات نے آغاز ہی میں ارواحِ انسانی سے یہ تسلیم کروایا تھا کہ وہ اُن کا رب ہے پھر کھنکھناتی ہوئی مٹی اور نورِ ربانی سے مرکب اس مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسل بھیجے' اُن پر کتابیں نازل کیں اور آخر میں نبی اُمی اور رسول مقبول حضور ﷺ کو ہدایت تامہ دے کر بھیجا اور تکمیلِ دین کا اعلان فرما دیا۔ قرآنِ پاک کی حفاظت کا ذمہ لے کر ہدایت کے اس ابدی سرچشمہ کے خالص اور حقیقی ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی یعنی خالقِ کائنات نے جو مالک یوم الدین ہے' گارنٹی دے دی کہ اس ہدایت نامہ میں تحریف ممکن نہیں۔ اس پر بھی بس نہیں کیا انسان نامی اس مخلوق کو عقل و فہم سے نوازا تا کہ وہ کائنات کو دیکھے اور غور کرے اور اوپر بیان کردہ ماحول کے پس منظر اور پیش منظر میں انسان کو کھلا چوائس دیا کہ وہ اپنے بارے میں فیصلہ کرے لیکن جب کوئی ایک بار آخری نبی اور آخری کتاب پر ایمان لے آئے گا یعنی اسلام کا قلادہ اپنی گردن میں پہن لے گا تو اُسے جان لینا چاہئے کہ اللہ کا پسندیدہ دین دھاگے سے بُنا ہوا لباس نہیں کہ جب چاہا بدل لیا' جب چاہا اُتار پھینکا۔ لہٰذا مفتیانِ دین اس پر متفق ہیں کہ مرتد واجب القتل ہے۔

اب آیئے اِس مسئلہ کے دوسرے پہلو پر غور کریں۔ شنید یہ ہے کہ افغانستان میں این جی اوز اور مشنری جماعتیں کھل کر یہ کام کر رہی ہیں اور بے شمار افغانی مسلمان لالچ اور ترغیب کی وجہ سے عیسائیت اختیار کر چکے ہیں' پھر عبدالرحمٰن کا معاملہ خاص طور پر کیوں اچھالا گیا۔ ہماری رائے میں ایسا دو وجوہ کی بنا پر کیا گیا۔ اوّلاً یہ کہ غریب اور دنیوی لحاظ سے پسے ہوئے افغانیوں کو یہ پیغام ملے کہ عیسائیت اختیار کرنے پر وہ گوروں کے ملک پہنچ جائیں گے جہاں نوٹ بنانے کی مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اب وہ مسلمانوں کو پے در پے چیلنج دے رہا ہے۔ گوانتانا موبے میں قرآن پاک جیسی مقدس کتاب کی بے حرمتی ہوتی ہے' ڈنمارک میں حضور ﷺ کے مزاحیہ خاکے شائع کیے جا رہے ہیں۔ مسلمان ممالک میں مسلمان کو عیسائی بنا کر بزور بازو ہم سے چھین لیا جاتا ہے۔ منصوبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمان مشتعل ہو کر حالتِ ضعف میں ہی مقابلے کے لیے نکلتے ہیں تو انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا کر اس خطرے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لو اور اگر یہ برداشت کر جائیں تو اِن کی غیرت وحمیت پر اتنے چرکے لگاؤ کہ ان کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو جائے۔

ہم ان صفحات میں عالمِ اسلام اور خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کی خدمت میں بارہا عرض کر چکے ہیں کہ اصل جرم جرمِ ضعیفی ہے۔ اور یہ ضعیفی وسائل کی کمی کی بناء پر ہرگز نہیں ہے بلکہ کردار کی مفلسی اور ایمانِ حقیقی سے تہی دامن ہونے کی وجہ سے ہے۔ اپنے پاکستان ہی کی مثال لے لیں ماشاء اللہ ایٹمی قوت ہے' زرعی لحاظ سے سونے کی چڑیا ہے' زیرِ زمین معدنی دولت کا سمندر رواں ہے لیکن حکمرانوں کی ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔ وہ اپنوں کے خلاف غیروں کے اشارے پر بندوقیں تانیں ہوئے ہیں اور کرائے کے سپاہی کا رول ادا کر رہے ہیں۔ اپوزیشن امریکہ کو مزید تعاون کی یقین دہانی کرا کر اقتدار کی بھیک مانگ رہی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ افغانی اگر دولت کی لالچ اور دنیا کی ہوس میں ذاتی اور انفرادی سطح پر ظاہراً اور قانوناً مرتد ہوا ہے تو ہم قومی اور اجتماعی سطح پر حقیقی اور معنوی ارتداد اختیار کر چکے ہیں۔ اس ارتداد کا نقد نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہم بند گلی میں داخل ہو گئے ہیں اور راہِ نجات کا کوئی راستہ ہمیں نہیں مل رہا۔ ہم پھر اِس بات کا اعادہ کریں گے کہ رجوع الی اللہ اور توبۃ النصوح اس بند گلی میں کھل جا سم سم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یاد رہے ارتداد محض قانونی ہو یا حقیقی اور معنوی' اس کی سزا سے بچنے کے لیے حقیقی اور خالص توبہ کے علاوہ ہرگز کوئی اور راستہ نہیں۔ **وما علینا الا البلاغ۔**

سترھویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی — نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی!
کہیں سرمایۂ محفل تھی میری گرم گفتاری — کہیں سب کو پریشاں کر گئی میری کم آمیزی!
زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا! — طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی!
جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو — جدا ہو دیں سیاست سے' تو رہ جاتی ہے چنگیزی!
سوادِ رومۃ الکبرے میں دلّی یاد آتی ہے — وہی عبرت' وہی عظمت' وہی شانِ دلآویزی

یہ پانچ اشعار جن کی تشریح یہاں پیش کی جارہی ہے' اقبال نے یورپ' خصوصاً لندن کے دورانِ قیام لکھے۔ جن دنوں وہ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے تو سردی کا زمانہ تھا' اور اس امر کی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ برطانیہ میں موسم سرما میں سردی شدید ہوتی ہے۔

1۔ لندن کے موسم کا حال بیان کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ اگرچہ وہاں کی سردی میں شمشیر کی سی کاٹ تھی اور بستر سے ہاتھ نکالنا بھی مشکل ہوتا تھا۔ اس کے باوجود میں اپنی عادت کے مطابق علی الصبح بیدار ہوتا اور موسم کے شدائد و مصائب کی پروا کیے بغیر اپنے روز مرہ کے معمولات میں مصروف ہو جاتا۔

2۔ احباب کی کسی محفل میں جب میں اظہارِ خیال کرنے پر آتا تو حاضرین میری تیز و تند گفتگو سے مسحور ہو کر رہ جاتے' اور کسی مرحلے پر جب میں حسب عادت خاموشی اختیار کر لیتا تو وہاں پر موجود لوگ میرے سکوت پر پریشان ہو جاتے۔ اس شعر میں اقبال درحقیقت اپنی کم گوئی اور کم آمیزی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ غیر ضروری گفتگو سے گریز کرتے تھے' لیکن جب اُن سے کسی مسئلے کے بارے میں استفسار کیا جاتا تو اُس کا جواب بڑے مدلل انداز میں تفصیل کے ساتھ دیا کرتے تھے۔

3۔ آج مزدور طبقے کے رہنما کہتے ہیں کہ اگر حکومت ہمارے ہاتھ میں آجائے تو ہم مزدوروں کے حقیقی ہمدرد ثابت ہوں گے' اور سرمایہ داروں نے اُن پر جس قدر مظالم کیے ہیں' ہمیشہ کے لیے اُن سب کا سدباب کر دیں گے' لیکن حکومت خواہ مزدوروں کے ہاتھ میں ہو' خواہ سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہو' اقتدار کا نشہ دونوں کو مدہوش کر دیتا ہے' کوہ کن (مزدور) کے طرزِ حکومت میں بھی پرویز (سرمایہ دار) کے سے حیلے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر قیام پاکستان سے پندرہ بیس سال پہلے جب کبھی انگریزی حکومت مقامی لوگوں پر لاٹھی چارج یا فائرنگ کا حکم دیتی تھی تو اُن سے کانگریسی لیڈر کہا کرتے تھے کہ جب ملک میں کانگریسی حکومت قائم ہوگی تو تمہاری مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن جب 1937ء میں کانگریس برسر اقتدار آئی تو اس نے احمد آباد اور کان پور کے مزدوروں پر' انگریزوں سے بھی بڑھ کر لاٹھی چارج اور فائرنگ کیا۔

4۔ یہ شعر پہلے شعر کے مطلب کی توسیع ہے۔ یعنی طریق کوہکن میں بھی پرویزی حیلے کیوں پیدا ہو جاتے ہیں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ اگر دین کو سیاست سے جدا کر دیا جائے تو حکومت خواہ مزدوروں کے ہاتھ میں ہو یا سرمایہ داروں کے ہاتھ میں' اور طرزِ حکومت خواہ شخصی ہو یا جمہوری' ہر حال میں نتیجہ یکساں ہی برآمد ہوگا کہ برسر اقتدار پارٹی' دوسروں پر ظلم و ستم روا رکھے گی' اور حریت ضمیر' حریت فکر اور حریتِ ذات ہر قسم کی آزادی کا گلا گھونٹ دے گی۔

واضح ہو کہ نظریۂ قومیت یا وطنیت (نیشنلزم) کی تعلیم یہ ہے:

(i) انسان کی وفاداری کا مرکز وطن ہے نہ کہ مذہب۔
(ii) قوم مذہب سے نہیں بنتی' وطن سے بنتی ہے۔
(iii) مذہب اور سیاست دو جداگانہ چیزیں ہیں۔
(iv) معیارِ خیر و شر' مذہب نہیں' بلکہ وطن ہے۔

نظریۂ قومیت کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ مذہب اور سیاست دو جداگانہ چیزیں ہیں' اس لیے مذہب کو سیاست میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔ مملکت مذہب کے زیر اقتدار نہیں رہ سکتی۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج مغربی سیاست ہو بہو چنگیزی طور طریق کا نقشہ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔

چونکہ نظریۂ وطنیت اسلام کے خلاف ہے' اس لیے دنیا والوں کے حق میں ہر قسم کی مصیبتوں کا سرچشمہ بن گیا ہے۔ "بانگ درا" میں اقبال نے اس نظریے کے مفاسد کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اِسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اِسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست' تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت' تو اسی سے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اسی سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اِسی سے

اِس شعر میں اقبال نے یہ نکتہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا میں ریاست کا نظام خواہ کیسا ہی ہو' خواہ بادشاہت یا آمریت ہو یا پھر جمہوریت' حقیقت واقعہ یہ ہے کہ سیاست سے اگر دینی و اخلاقی اقدار کو نکال دیا جائے تو ظالمانہ آمریت کے سوا اور کچھ نہیں رہتا۔ اقبال بادشاہت اور آمریت کے بھی خلاف تھے اور جمہوریت کو بھی بوجوہ ناپسند کرتے تھے۔ اُن کے نزدیک کامیاب طرزِ حکومت وہی ہو سکتا ہے جو دینی اقدار کا پابند ہو۔

5۔ یہ شعر اقبال نے اٹلی کے دارالحکومت کی سیر و سیاحت کے بعد لکھا ہے' جس میں قدرتی طور پر روم کے آثارِ قدیمہ دیکھ کر انہیں اپنی دلّی یاد آتی ہے۔

وہی عزت' وہی عظمت' وہی شانِ دلآویزی

منبر و محراب

''جوامع القرآن'' کا مشن

مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے 31 مارچ 2006ء کے خطبہ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

حضرات! آج میری گفتگو کا عنوان ہے: ''جوامع القرآن کا مشن''۔ یہ مسجد جس میں ہم بیٹھے ہیں اس کا نام جامع' القرآن ہے۔ ہمارے ہاں مساجد کے نام بالعموم خلفائے راشدین یا جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے نام پر رکھے جاتے ہیں' جیسے مسجد ابوبکرؓ، مسجد عمرؓ، مسجد عثمانؓ، مسجد علیؓ، مسجد عبداللہ بن زبیرؓ یا پھر یہ نام فرقہ وارانہ بنیادوں پر دیئے جاتے ہیں' مثلاً مسجد رضویہ' مسجد قادریہ' مسجد غوثیہ' مسجد اہلحدیث وغیرہ۔ ہماری یہ مسجد غالباً پہلی مسجد ہے جس کی نسبت قرآن حکیم سے ہے' یعنی مسجد جامع القرآن' اگرچہ بعدازاں اب اِس نام سے کراچی' ملتان اور فیصل آباد میں بھی مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔

مسجد جامع القرآن اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی چند نمایاں خصوصیات ہیں جن کا آپ کو علم ہونا ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس کی تعمیر کے لیے بلکہ جاری اخراجات مثلاً بجلی کے بلوں اور پانی کے اخراجات کے لیے آج تک ایک پیسہ بھی چندہ نہیں مانگا گیا۔ مسجد بنانے کے لیے صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ کوئی ایک شخص مسجد بنائے اور وہی اس کا متولی ہو' باقی جو لوگ بھی اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیں' تعاون کریں' جیسے پرانے زمانے میں ہوتا تھا کہ لوگ مسجد کے اخراجات کے لیے انفاق کرتے تھے۔ مثلاً ایک لوٹا رکھا ہوا ہے اور کسی نے اس میں تیل ڈال دیا تاکہ چراغ جلانے کے کام آئے۔ لیکن مسجد کے انتظام و انصرام میں ان لوگوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔ مسجد کا انتظام تو بس متولی کی ذمہ داری ہوتا تھا۔ اس طرح اختلافات اور جھگڑے نہیں ہوتے تھے۔ جیسے آج کل مسجد کی انتظامیہ کمیٹی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے مسجد کے معاملات میں اختلافات رونما ہوتے ہیں' جھگڑے اور تنازعات جنم لیتے ہیں۔

دوسری اور بہت اہم بات یہ ہے کہ اس مسجد میں کبھی کوئی فرقہ وارانہ موضوع زیر بحث نہیں آیا۔ کبھی سنی اور وہابی کا تنازع' بریلوی اور دیوبندی کا اختلاف' نور و بشر کا جھگڑا نہیں ہوا۔ کیونکہ یہاں اختلافی مسائل کے بیان سے احتراز کرتے ہوئے قرآن حکیم کی اصل دعوت کو اجاگر کیا جاتا ہے اور سنت و سیرت کی بات ہوتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہاں پر معروف معنوں میں کوئی سیاسی بحث نہیں ہوتی۔ کسی سیاسی پارٹی کی بلاوجہ مخالفت اور کسی جماعت کی حمایت نہیں کی جاتی۔ ہاں ملکی و بین الاقوامی حالات پر قرآن و سنت کی روشنی میں بے لاگ تبصرہ ہوتا ہے۔ امت کے سرکردہ قائدین' ملک کے ارباب اقتدار اور دینی و سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کو تجاویز دی جاتی ہیں۔ مسائل کے حل کے لیے اپنی رائے کا برملا اظہار کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ جیسا کہ ہم نے شروع میں کہا کہ یہ مسجد اپنی نوعیت کی منفرد مسجد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اپنا ایک مخصوص مشن ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد پر آمادہ کرنا' انہیں یہ بتانا کہ ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے' اس کے تقاضے کیا ہیں' وغیرہ۔

غلبہ دین کی جدوجہد کے حوالے ہی سے آج مجھے آپ سے گفتگو کرنا ہے۔ میں اس جدوجہد کے لوازم اور تقاضوں کا صرف خاکہ بیان کروں گا تاکہ دین کا ایک واضح تصور آپ کے سامنے آ جائے۔

غلبہ دین کی جدوجہد کا پہلا تقاضا ایمان ہے۔ یوں تو ہم سب مسلمان ہیں کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں۔ ہم

> **اہل مغرب کی عداوت دین کے نظام عدل اجتماعی سے ہے۔ یہ نظام انہیں ہرگز برداشت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اب برملا کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ایسے انقلابی اسلام کو کرش کرنا ہے۔**

سب اسلام کے پیروکار ہیں' اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ کلمہ شہادت' نماز' روزہ اور زکوٰۃ۔ جو شخص ان باتوں کو مانتا ہے اور ان میں سے کچھ پر عمل پیرا بھی ہے' وہ مسلمان ہے۔ آپ اس سے مسلمانوں کا سا معاملہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً آپ اپنی بیٹی کو اس کے نکاح میں دے سکتے ہیں۔ اس کی بیٹی کو اپنے بیٹے کے عقد میں لا سکتے ہیں۔

ایمان کی اصطلاح اس سے ذرا مختلف ہے۔ ایمان (حقیقی) دل میں پختہ یقین کا نام ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ قرآن حکیم ہے۔ بشرطیکہ قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے۔

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دوکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

اگر آپ قرآن کی زبان عربی سے واقف ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ قرآن کو اپنی آنکھوں سے پڑھ رہے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے' بلکہ آپ قرآن کا ترجمہ پڑھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مترجم کی آنکھ سے پڑھ رہے ہیں۔ اس سے آپ کو معلومات تو حاصل ہو جائیں گی' مگر کماحقہٗ جذبہ بیدار نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ سیکنڈ ہینڈ نالج ہے۔ جو بالعموم انسان کو Inspire نہیں کرتا Living faith تو قرآن مجید کی زبان کو سمجھ کر پڑھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے

اسلام کے ارکان پانچ ہیں لیکن جب ایمان کی بات ہو گی تو ان میں دو کا اضافہ ہو جائے گا۔ ایک دل میں پختہ یقین اور دوسرا غلبہ دین کے لیے جدوجہد۔ اسی کا نام ہے جہاد فی سبیل اللہ۔ جہاد ایمان کا تقاضا ہے۔ جہاد ہے تو ایمان ہے' جہاد نہیں تو ایمان نہیں۔ غلبہ دین کی یہ جدوجہد فرض ہے۔ بندۂ مومن اگر اللہ کا وفادار ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اس کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کرے۔ اگر اس جدوجہد میں شریک نہیں تو اللہ کا وفادار کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو حقیقت میں غدار اور باطل کا ساتھی ہے۔ اگر آپ اللہ کے ساتھ نہیں ہیں تو دراصل کفر کے ساتھی ہیں۔

اقامت دینؐ دوسرا تقاضا منظم جماعت ہے۔ دین کے غلبے کی جدوجہد اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ آپ دین کے کئی کام بغیر جماعت کے کر سکتے ہیں' مثلاً مدرسہ بنا سکتے ہیں' دارالاشاعت کھول سکتے ہیں' تبلیغی مشن پر نکل سکتے ہیں لیکن دین کا غلبہ اور دین کو ایک نظام کی حیثیت سے قائم کرنا جان جوکھوں کا م ہے۔ اس کے لیے جماعت ضروری ہے۔

اگرچہ جہاد فی سبیل اللہ کے بہت سے مراحل ہیں مثلاً جہاد اپنے نفس کے خلاف بھی ہے' بگڑے ہوئے معاشرے کے خلاف بھی ہے اور غلط نظریات کے خلاف کاوش بھی جہاد ہے' لیکن اقامت دین کی جدوجہد اس کی آخری اور بلند ترین منزل ہے۔ یہ انتہائی کٹھن مرحلہ ہے۔ یہاں تن من دھن لگانے کی ضرورت ہوتی ہے حتیٰ کہ جان کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔

غلبہ دین کے لیے جدوجہد کرنے والی انقلابی جماعت کے لیے چند خصوصیات کا حامل ہونا ضروری ہے۔ یہ خصوصیات درج ذیل ہیں:

① اس جماعت کا واضح طور پر ہدف نظام کی تبدیلی ہونا چاہئے۔ یعنی

To change the politico socio economic system accoroling to the teachings of the Quran and

Sunnah.

انقلابی جماعت کا یہ وہ ہدف ہے جس سے باطل لرزاں ہوتا ہے۔ ورنہ کسی جماعت کے پلیٹ فارم سے انفرادی اصلاح کی کوششوں نماز روزہ کی تلقین اور پرچارک سے باطل کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ امریکی صدر بش کا یہ کہنا' کہ ہماری جنگ اسلام سے نہیں ہے' اس اعتبار سے صد فیصد درست ہے کہ اس اسلام سے مراد وہ تصورِ اسلام ہے جو نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کا مجموعہ ہے۔ ظاہر ہے اس سے انہیں کوئی دشمنی نہیں۔ پانچ فرض نمازوں کے ساتھ بکثرت نوافل کا اہتمام کیا جائے' فرض روزوں کے ساتھ نفلی روزے رکھے جائیں' اس پر تو انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہاں تک کہ صدر بش بذاتِ خود مسلمانوں کو وائٹ ہاؤس کے اندر افطاری کی دعوت دیتے ہیں۔ اس قسم کے مذہب سے انہیں کوئی دشمنی نہیں۔ ان کی عداوت دین کے نظامِ عدلِ اجتماعی سے ہے۔ یہ نظام انہیں ہرگز برداشت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اب برملا کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ایسے انقلابی اسلام کو کرش کرنا ہے۔ وہ کھل کر کہہ رہے ہیں کہ مسلمان چار قسم کے ہیں' جن میں بعض تو ہمارے لیے بے ضرر ہیں اور بعض ہمارے کھلے دشمن ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ پہلی قسم بنیاد پرست (Fundamentalists) مسلمانوں کی ہے۔ یہ وہ مسلمان ہیں جو اسلام کو ایک مکمل نظامِ زندگی سمجھتے ہیں۔ یہ ہمارے دشمن ہیں' ہماری تہذیب تمدن کے مخالف ہیں' ہمارے نظامِ زندگی کے خلاف ہیں' لہٰذا انہیں ہم نے بہرصورت ختم کرنا ہے۔

دوسرے روایت پسند (Traditionalists) ہیں، جو نماز' روزہ اور مراسمِ عبودیت میں مگن ہیں۔ یہ فی نفسہٖ ہمارے لیے کوئی چیلنج نہیں' البتہ اگر یہ بنیاد پرستوں کے ساتھ مل جائیں تو بہت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان لوگوں کا مساجد کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا ان پر نگاہ رکھنی بھی ضروری ہے۔ ان کو کنٹرول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں اختلافی مسائل میں الجھائے رکھو۔ ان کے مابین نور و بشر کا جھگڑا' علمِ غیب کی بحث اور رفع الیدین کا تنازع پیدا کرو، تاکہ اسلام کے حرکی تصور تک ان کی رسائی نہ ہونے پائے۔

تیسرے تجدد پسند (Modernists) مسلمان ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو من مانی تعبیرات کے ذریعے اسلام کو جدید رنگ میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔ یہ ہمارے ایجنٹ ہیں۔ ان کی خوب مدد کرو' انہیں سپورٹ کرو' ان کے ساتھ مالی تعاون بھی کرو' اور انہیں الیکٹرانک میڈیا پر بھی نمایاں کرو۔ ٹی وی کے ذریعے ان کے خیالات عوام تک پہنچاؤ۔

مسلمانوں کی چوتھی قسم Secularists ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کو نجی معاملہ سمجھتے ہیں اور ریاست کے معاملات میں اس کے عمل دخل کے یکسر خلاف ہیں۔ یہ لوگ ہمارے لیے بہت اہم ہیں' کیونکہ یہ ہمارے ہی مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔

② غلبہ دین کے لیے جدوجہد کرنے والی جماعت کی دوسری صفت یہ ہے' کہ وہ منظم ہو۔ اس میں ڈسپلن ہونا چاہیے۔ اس کے ممبران کی اس نہج پر تربیت ہو کہ وہ اپنے قائد کی ایک آواز پر لبیک کہیں۔ جب آگے بڑھنے کا حکم دیا جائے تو خطرات و نتائج سے بے پروا ہو کر آگے بڑھیں اور رُک جانے کا کہا جائے تو فوراً رک جائیں' چاہے لوگ ان پر ہنسیں۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے جماعت کا منظم ہونا ضروری ہے۔ غیر منظم ہجوم کے ذریعے ہنگامہ تو کھڑا کیا جا سکتا ہے' مگر اجتماعی سطح پر کوئی انقلابی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔

③ تیسری اور اہم ترین چیز یہ ہے کہ اس جماعت کا طریقہ کار سیرت النبی سے ماخوذ ہونا چاہئے۔ انسانی تاریخ میں اگرچہ بہت سے انبیاء و رسل آئے لیکن ان کے ذریعے اجتماعی سطح پر انقلاب برپا نہیں ہوا۔ یہ کام صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے ہوا۔ آپ ﷺ نے تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا کیا۔ اپنے ہی نہیں بیگانے بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ آپؐ نے اس انقلاب کے لیے جو لائحہ عمل اختیار کیا اور مراحل اور مدارج طے کئے' اسلامی انقلاب کے لیے کام کرنے والی جماعت کو اسی طریقہ کار پر کاربند ہونا چاہیے۔ (نبی اکرم ﷺ کے طریقہ انقلاب کے لیے ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' میں مفصل بحث کی گئی ہے)۔

④ آخری بات یہ ہے کہ اس جماعت کی قیادت کو کردار و عمل کے معیار پر پورا اُترنا چاہیے۔ وہ اپنے مشن میں مخلص ہو۔ ایسا نہ ہو کہ دین کے نام پر دنیاداری ہو رہی ہو۔ اسلام کے پردے میں دنیاوی کاروبار ہو رہا ہو' بڑی بڑی جائیدادیں بنائی جا رہی ہوں' وغیرہ۔

غلبہ دین کی جدوجہد کے فریضے کی ادائیگی کے لیے اگر آپ کسی دینی جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو ان چار باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جماعت کا انتخاب کرنا ہوگا۔ یہ چار چیزیں اگر آپ کو کسی جماعت میں نظر آئیں تو اس میں شامل ہونا فرض ہے۔ مگر افسوس کہ ہم اس فرض کو بھلائے بیٹھے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ حضرات طویل عرصے سے اس مسجد میں آتے ہیں مگر شاید آپ نے اس مسجد کے مشن کے بارے میں کبھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ آپ نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ انجمن خدام القرآن کیوں قائم کی گئی تھی' جامع القرآن کے نام سے مساجد کیوں بنائی گئی ہیں' قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج کا قیام کس غرض سے عمل میں لایا گیا۔ میں آپ کو دعوتِ فکر دیتا ہوں۔ آپ سنجیدگی سے ان منصوبوں پر اور ہماری دعوت پر غور کریں اور اگر غور و فکر اور مطالعہ کے نتیجے میں آپ کو ہماری دعوت سے اتفاق ہو تو اقامتِ دین کی جدوجہد میں ہمارے دست و بازو بنیں' ہمارے معاون بنیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا نصیب فرمائے۔ آمین!

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

آپ سنجیدگی سے ''مسجد جامع القرآن'' کے مشن اور ہماری دعوت پر غور کریں۔ اگر آپ کو اس دعوت سے اتفاق ہو' تو ہمارے دست و بازو بنیں

بانی تنظیم اسلامی وصدر انجمن خدام القرآن محترم ڈاکٹر اسرار احمد

کی فکر انگیز تصانیف، CDs، VCDs اور DVDs لاہور کے مندرجہ ذیل اہم بک سٹورز پر دستیاب ہیں

- ورائٹی بک سٹور لبرٹی مارکیٹ گلبرگ
- گلوبل بک شاپ سوک سینٹر ماڈل ٹاؤن
- فیروز سنز دی مال لاہور
- فیروز سنز H-بلاک ڈیفنس لاہور
- فیروز سنز Z-بلاک ڈیفنس لاہور
- مکتبہ خدام القرآن k-36 ماڈل ٹاؤن
- راحت سٹور لاہور کینٹ لاہور
- مکتبہ رشیدیہ لوئر مال بالمقابل ناصر باغ
- الفیصل پبلشرز غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ تعمیر انسانیت غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
- شالیمار ریکارڈنگ کمپنی گراؤنڈ فلور زیتون پلازہ ہال روڈ
- مکتبہ خدام القرآن الحفیظ 83-دی مال لاہور
- نیو اینڈ اولڈ بک شاپ H بلاک کمرشل فیز 1 بالمقابل بینک آف پنجاب ڈیفنس
- نیو اینڈ اولڈ بک شاپ گلبرگ سینٹر مین بلیوارڈ گلبرگ لاہور
- نیو اینڈ اولڈ بک شاپ کالج روڈ مین اکبر چوک ٹاؤن شپ لاہور
- لائن آرٹ پریس شاہراہ قائداعظم لاہور

مزید معلومات کے لیے

شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی k-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

فون 5869501-3/5856304 فیکس 5834000

ای میل: media@tanzeem.org ویب سائیٹ www.tanzeem.org

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول

قرآن آڈیٹوریم' لاہور میں

تنظیم اسلامی کے اجتماع ذمہ داران منعقدہ 2 تا 4 اپریل 2006ء کی مفصل روداد

مرتب: وسیم احمد

ذمہ داران تنظیم اسلامی کا آل پاکستان تربیتی و مشاورتی اجتماع 2 تا 4 اپریل 2006ء لاہور میں منعقد ہوا' جس کا بنیادی مقصد ذمہ داران تنظیم بالخصوص نقباء و امراء مقامی تنظیم کو نظام العمل کے حوالے سے ہم آہنگ اور یکسو کرنا تھا نیز مختلف موضوعات پر مقررین کے اظہار خیال کے ذریعے فکر تنظیم کی ازسرنو تازگی بھی اجتماع کے مقاصد میں شامل تھی۔ علاوہ ازیں ایک ورکشاپ کے انعقاد اور عام رفقاء کو اظہار رائے کا موقع دے کر باہمی مشاورت کا عملی اور حقیقی نمونہ فراہم کرنا بھی پیش نظر تھا۔ الحمدللہ' اجتماع کے انعقاد کے لیے تمام ضروری اقدامات امیر حلقہ لاہور ڈاکٹر غلام مرتضٰی کی سربراہی میں چودہ رکنی ناظمین اجتماع کمیٹی نے مقررہ وقت سے پہلے احسن طریقے سے مکمل کر لیے تھے۔

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں تلاوت آیات کریمہ کے بعد اجتماع میں شرکت کرنے والے تمام رفقاء کا خصوصی شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ایثار مال اور ایثار وقت کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرمائے۔ انہوں نے کہا کہ اس اجتماع کا انعقاد اور اس میں ہم سب کی شرکت محض توفیق الٰہی سے ممکن ہوئی ہے۔ انہوں نے رفقاء کو ہدایت کی کہ وہ اس اجتماع کے انعقاد کے حوالے سے تمام تیاری اور دور دراز علاقوں سے ہم فکر اور ہمدرد رفقاء کے اس طرح شریک ہونے پر شکرانے کے نوافل ادا کریں اور اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا کریں کہ وہ ہماری اس سعی کو دنیا اور آخرت کے لیے توشہ بنا دے۔ انہوں نے ذمہ داران تنظیم کے نام خط کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تنظیم میں دعوت کے کام کو زیادہ موثر بنانے کی خاطر ایک مربوط نظام وضع کر لیا گیا ہے۔ اس نئے نظام پر حقیقی روح کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے لیے نظام العمل میں بھی ضروری تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اس اجتماع میں اس نظام کو چلانے میں جو مشکلات پیش آ رہی ہیں اس پر سیر حاصل گفتگو ہو گی اور شرکاء اجتماع کو اپنی آراء و تجاویز پیش کرنے کا موقع بھی دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دوران اجتماع ایک ورکشاپ بعنوان ''تربیت کیا اور کیسے؟'' کے ذریعے رفقاء کی آراء کو مرتب کیا جائے گا اور ان تمام سفارشات کو مرکز میں نظام تربیت کو ازسرنو استوار کرنے والی کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے گا جو ان آرا اور تجاویز کی روشنی میں رفقائے تنظیم کی تربیت کے لیے مفید سفارشات مرتب کرے گی۔

امیر تنظیم نے اپنے خطاب میں تنظیم اسلامی کی قرارداد تاسیس کا خصوصی طور پر ذکر کیا اور کہا کہ یہ قرارداد تاسیس جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے پر بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سمیت دیگر باعمل اہل علم حضرات نے 1966ء میں مرتب کی جبکہ تنظیم اسلامی کا قیام مارچ 1975ء کو عمل میں آیا۔ اس قرارداد تاسیس میں درج ہے کہ ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ اس کی اخلاقی اور روحانی تکمیل اور فلاح و نجات' دین کا اصل موضوع ہے' اور پیش نظر اجتماعیت اصلاً اسی لیے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے۔ انہوں نے ملٹی میڈیا پروجیکٹر کی مدد سے رفقائے تنظیم کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے خود دین پر عمل پیرا ہوں۔ اگلے مرحلے میں دین کی دعوت کو دوسروں تک پہنچائی جائے اور دین کو قائم کرنے کی عملی جدوجہد میں حصہ لیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا دارالامتحان ہے۔ ہر رفیق تنظیم کا نصب

> ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے اور پیش نظر اجتماعیت اصلاً اسی لیے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے

العین رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیے۔ اقامت دین کی جدوجہد میں مصروف رفقاء کو مضبوط ایمان اور عمل صالح کے ذریعے تعلق مع اللہ کو نہایت مضبوط بنانا چاہیے' کیونکہ اگر کسی رفیق تنظیم کا تعلق مع اللہ مضبوط نہیں ہو گا تو وہ شیطانی وساوس کا شکار ہو کر اپنی منزل کھوٹی کر سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم کا مقصد اقامت دین کی جدوجہد کرنے والے افراد کو ان کے نصب العین تک پہنچنے میں مدد دینا ہے۔

دعوت تنظیم کیا اور کیوں؟ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے ناظم دعوت چودھری رحمت اللہ بٹر صاحب نے کہا کہ حاملین دین اسلام خود دعوت دین کے سب سے زیادہ مستحق ہیں' کیونکہ موجودہ دور میں دین صرف مذہب کی صورت اختیار کر چکا ہے اور عوام الناس میں سے اکثر و بیشتر اسی پر اکتفا کیے بیٹھے ہیں۔ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے تمام انبیاء نے دین کی دعوت دی تھی نہ کہ محض مذہب کی' اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خلافت دینے کا وعدہ کیا جو عمل صالح کا حق ادا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کو ام القریٰ میں بھیجا گیا تاکہ وہ لوگوں کو باطل نظام سے چھٹکارا دلا کر اللہ کے دین کو قائم کریں۔ انہوں نے قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ اسلام کو تمام ادیان (نظاموں) پر غالب کر دیا جائے اور نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا اور یہی مشن اپنی امت کے سپرد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود لیا تاکہ قیامت تک اس کے ماننے والے اس سے ہدایت اخذ کرتے رہیں۔ انہوں نے کہا کہ صحابہ کرام ؓ کا یہ جملہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہم آئے نہیں بھیجے گئے ہیں' تاکہ لوگوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر عدل اسلام کی طرف لے آئیں۔ بدقسمتی سے آج وہ دین دنیا کے کسی ملک میں قائم و غالب نہیں جس کا قیام امت کا فریضہ ہے۔ تنظیم اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے قائم ہوئی ہے۔ احادیث نبویہ میں اس کی واضح بشارتیں موجود ہیں کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین قائم و غالب ہو کر رہے گا' لہٰذا ہمیں نبی کریم ﷺ کے اُسوہ کی روشنی میں اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے کمربستہ ہو جانا چاہیے۔

ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے نظام بیعت' شورائیت' روح مشاورت و نظام مشاورت کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کا نظام اجتماعیت اصلاً نظام امارت ہے جس کی بنیاد سمع و اطاعت پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ امیر کے بغیر جماعت کا وجود نہیں اور بغیر اطاعت کے امیر کی کوئی حیثیت نہیں۔ دوسری طرف امیر کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مامورین کی دلجوئی کر کے انہیں تمام معاملات میں اپنی مشاورت کے ذریعے اپنے ساتھ رکھے۔ انہوں نے اس حوالے سے احادیث نبویہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری رائے پر بھی فیصلہ کیا کرو اور مشورہ ندامت سے دور رہنے کا قلعہ ہے۔ انہوں نے اس موقع پر تنظیم اسلامی میں ہر سطح پر قائم نظام مشاورت کی پوری تفصیلات سے شرکاء اجتماع کو آگاہ کیا۔ ڈاکٹر سمیع کے خطاب کے اختتام پر اجتماع کے پہلے دن کے پروگرام ختم ہوئے۔ رفقاء نے نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد رات کا کھانا کھایا اور آرام کیا۔

دوسرے دن نمازِ فجر کے بعد قرآن کالج کی قریبی مسجد اور مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی میں مختصر دروس قرآن کا انتظام کیا گیا تھا۔ رفقاء نے دونوں مقامات پر دروس قرآن سماعت فرمائے۔ ناشتہ وغیرہ سے فراغت کے بعد رفقاء مقررہ وقت پر

قرآن آڈیٹوریم میں پہنچ گئے۔ 3 اپریل کی پہلی نشست کا عنوان تھا: ”تنظیمی ڈھانچہ...... تصور اسرہ و نظام اجتماعات“۔ ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی جناب اظہر بختیار خلجی نے مجوزہ موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہر نئے رفیق تنظیم کو جلد از جلد اسرہ سے منسلک کر دیا جاتا ہے۔ اگر کہیں پر اسرہ موجود نہ ہو تو کم از کم تین رفقاء اکٹھے ہونے پر نیا اسرہ قائم کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے نظم تنظیم میں نقیب اسرہ کو بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ نقیب

امریکہ پاکستان کو بھارت کی بالادستی قبول کرنے پر مجبور کر رہا ہے اور ہمارے حکمرانوں کی امریکہ نواز پالیسی نے ملکی سلامتی کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے (ڈاکٹر اسرار احمد)

سربراہ خاندان کی طرح منتظم اور مربی کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرتا ہے۔ انہوں نے دوران گفتگو نقیب کے 7 فرائض پر بھی روشنی ڈالی اور کہا کہ نقیب اسرہ رفقاء تنظیم کی **formal** اور **informal** تربیت کا ذمہ دار بھی ہے۔ محترم خلجی صاحب نے ملٹی میڈیا پروجیکٹر کے ذریعے نقیب اسرہ سے لے کر ناظم اعلیٰ اور امیر تنظیم کے حقوق و فرائض کو احسن انداز سے بیان کیا اور کہا کہ مرکز کی طرف سے دیئے گئے پروگراموں کے علاوہ دعوتی پروگراموں کے انعقاد کو احسن انداز سے دیکھا جائے گا۔ لیکن مرکز کی طرف سے دیئے گئے پروگراموں کے انعقاد کی عدم موجودگی میں دیگر دعوتی پروگراموں کا انعقاد نظم تنظیم کا تقاضا نہیں۔

اس کے بعد امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے ”نظم جماعت...... ماحول و مزاج...... تقاضے طرز عمل“ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ موضوع تنظیم کے طریقہ کار کے حوالے سے ہے اور امیر اور مامور کے تعلق کو واضح کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اقامت دین کی جدوجہد کرنا نہ صرف دینی فریضہ ہے بلکہ ہمارے ایمان کا تقاضا بھی ہے۔ ہم قرآن و سنت سے راہنمائی حاصل کر کے نبوی مشن کی تکمیل کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ انہوں نے منتخب نصاب نمبر 2 کے مضامین کی طرف رفقاء کی توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ اگر ہم ان قرآنی احکام پر عمل پیرا نہ ہوئے تو ہمارا قافلہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ انہوں نے حزب اللہ میں امیر و مامور کے باہمی تعلق کو واضح کیا اور کہا کہ امیر اور مامور کو نظم کے حوالے سے اپنے رول سے آگاہ ہونا چاہئے۔ ہر مامور اپنے امیر کے لیے نصح و خیر خواہی کا جذبہ رکھتے ہوئے احسن انداز میں اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے دعا گو رہے۔ انہوں نے کہا کہ تنازع فی الامر سے گریز کیا جائے کیونکہ امیر کے کام میں مداخلت کرنا انتہائی مہلک ہے۔ اس ضمن میں نجویٰ اور سوءِ ظن سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ از روئے حدیث یہ شیطانی عمل ہے۔ اس موقع پر منتظمین اجتماع نے ”رفقاء تنظیم کو دعوت اور تنظیم کے تقاضوں کی ادائیگی میں رکاوٹیں اور ان کا حل“ کے موضوع پر اظہار خیال کرنے کا موقع دیا۔ اس پروگرام میں رفقاء تنظیم نے بھرپور انداز میں شرکت کی اور تنظیمی کام میں درپیش بہت سے رکاوٹوں کا ذکر کیا، اور ان کے حل کے لیے مفید تجاویز بھی دیں، جن کو ناظم اعلیٰ اور امیر تنظیم نے خصوصی طور پر نوٹ کیا۔ امید کی جا سکتی ہے رفقاء کی طرف سے دی جانے والی مفید تجاویز کو جلد تنظیمی پالیسی کا حصہ بنایا جائے گا۔

رفقاء کے اظہار خیال کے دوران ہی بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب قرآن آڈیٹوریم میں تشریف لے آئے۔ آپ نے طے شدہ پروگرام کے مطابق ”موجودہ دور کی روشن خیالی کے پردے میں فتنہ انکار حدیث و رسالت“ کے موضوع پر خطاب فرمانا تھا، لیکن آپ ناسازی طبع کے باعث مجوزہ موضوع پر اپنے خیالات کو مرتب نہیں کر پائے، البتہ آپ چونکہ پورے پاکستان بلکہ بیرون ملک سے آئے ہوئے رفقاء سے ملاقات کا موقع بھی ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے، اسی طرح رفقائے تنظیم بھی اپنے محسن کو دیکھنے اور ان کے خیالات سننے کے لیے بے چین تھے، لہٰذا آپ نے حالات حاضرہ پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ پاکستان کو بھارت کی بالادستی قبول کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اور ہمارے حکمرانوں کی امریکہ نواز پالیسی نے ملکی سلامتی کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ بدمست ہاتھی بن کر اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ بھارت کے ساتھ مفاہمت پر مبنی پالیسی ملک کے نظریاتی تشخص کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کو دہشت گردی کی جنگ میں فرنٹ لائن سٹیٹ بنانے والے حکمرانوں نے آج ملک کو امریکہ، بھارت اور افغانستان کی مشترکہ تکون کے نرغے میں پھنسا دیا ہے اور پاکستان امریکی

اگر نظام باطل کے ساتھ مفاہمت کر کے زندگی گزاری جا رہی ہو تو یہ نظام کی تسبیح کے مترادف ہے (رحمت اللہ بٹر)

جاسوسی اداروں کا بیس کیمپ بن چکا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ہندوستان کے ساتھ امریکہ کے ایٹمی تعاون کا سمجھوتہ علاقے میں بھارت کو علاقائی تھانیدار بنانے کی طرف پہلا قدم ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمہوریت اور انسانی حقوق کا نعرہ محض ایک دھوکہ اور فراڈ ہے اور مغرب کی لادینی تہذیب انسانیت کو روحانی اور اخلاقی اقدار سے محروم کر کے محض حیوان بنانے کے شیطانی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کے رفقاء سے کہا کہ ہمیں مغرب کی لادینی تہذیب کے مقابلے کے لیے قرآن کی انقلابی تعلیمات کو عام کرنا چاہئے۔ روشن خیالی کا فلسفہ عوام الناس کو لادین بنانے کی عالمی سازش کا حصہ ہے جس پر ملک کا حکمران طبقہ عمل پیرا ہے۔

اگر کسی رفیق تنظیم کا تعلق مع اللہ مضبوط نہیں ہوگا تو وہ شیطانی وساوس کا شکار ہو کر اپنی منزل کھوٹی کر سکتا ہے (حافظ عاکف سعید)

بانی محترم کے خطاب کے بعد نماز ظہر کی ادائیگی کھانے کے لیے وقفہ کیا گیا۔

سہ چار بجے رفقاء دوبارہ قرآن آڈیٹوریم پہنچ گئے اور نماز عصر کے وقفے تک تربیت کیا اور کیسے؟ کی ورکشاپ کے لیے بنائے گئے دس گروپوں کی ابتدائی تعارفی میٹنگ ہوئی۔ نماز عصر کے بعد پروگرام کا آغاز سید شیبا احمد کی گفتگو سے ہوا۔ ان کا موضوع تھا: ”شیطان کے ہتھکنڈے اور ان سے بچاؤ کا طریقہ کار“۔ فاضل مقرر نے کہا کہ شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے لیکن ہم اسے اپنا دشمن نہیں سمجھتے۔ شیطان کا پہلا ہتھکنڈا لالچ اور خوف ہے، اس کے لیے وہ دنیا کو مزین کر کے دکھاتا ہے اور انسان اس کی چکاچوند میں مگن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انسان اپنی بہتر صلاحیتیں اس دنیا کو حاصل کرنے میں لگا دیتا ہے اور آخرت کی منزل کھوٹی کر لیتا ہے۔ دوسرا حربہ یہ ہے کہ انسان کو اس کی برائیاں خوش نما کر کے دکھاتا ہے۔ چنانچہ انسان تہذیب، کلچر اور روشن خیالی کے نام پر ان برائیوں کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ شیطان کا ایک ہتھکنڈا یہ ہے کہ وہ عریانی و فحاشی کی دعوت دیتا ہے۔ جبکہ شرم و حیا انسان کی جبلت میں ہے البتہ جانور اس سے عاری ہیں۔ یہ انسان کو جانوروں کی سطح پر لانا چاہتا ہے۔ شیطان انسان کو بتدریج اس طرف لاتا ہے لہٰذا شیطان سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے احکام پر سختی سے ڈٹ جائیں اور ذرہ برابر پسپائی اختیار نہ کریں۔ شیطان کا آخری حربہ تاخیر ہے۔ لہٰذا نیک کام میں کبھی دیر نہ کی جائے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسی حالتیں ہیں جس میں شیطان اپنا وار کر جاتا ہے مثلاً غصہ، حسد اور شہوت کی حالتیں۔ ان حالتوں میں شیطان کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر نظام باطل کے ساتھ مفاہمت کر کے زندگی گزاری جا رہی ہو تو یہ اس نظام کی تسبیح کرنے کے مترادف ہے۔ ایک اور وصف جس سے بچنا ضروری ہے وہ شیطنت ہے اور شیطنت کا پہلا وصف تکبر ہے اور دوسرا وصف اپنی غلطی پر اڑ جانا ہے۔ شیطان کی عام آدمی کے لیے تلبیس یہ ہے کہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے، وہ کیسے ہمیں آگ میں جلائے گا۔ اور عالم کو ریا اور عجب کے ذریعے اپنے جال میں پھنساتا ہے۔ ایک رفیق تنظیم کے لیے اس کی تلبیس یہ ہے کہ حالات کا رونا روتا ہے اور نتائج نہ نکلنے کی وجہ سے منہج تنظیم سے ہٹا کر دوسرے راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

نماز مغرب کے بعد ”تربیت کیا اور کیسے؟“ کے عنوان سے ایک ورکشاپ منعقد کی گئی۔ شرکاء کو دس گروپس میں تقسیم کر دیا گیا۔ امیر حلقہ کو گروپ لیڈر بنایا گیا۔ انہوں نے موضوع پر مفصل گفتگو اور مشورہ کیا۔ پھر ہر گروپ نے اپنا نمائندہ سٹیج پر بھیجا جس نے حاصل گفتگو اور رفقاء کے مشورہ جات حاضرین کو بتائے۔ یوں بہت سے رفقاء کو تربیت کے موضوع پر بولنے کا موقع میسر آیا۔ اس طور سے یہ ورکشاپ خود ایک مختصر اور چھوٹی تربیت گاہ کی صورت اختیار کر گئی اور اس سے بہت سے مفید مشورے حاصل ہوئے۔

اجتماع کے تیسرے اور آخری دن کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز قرآن آڈیٹوریم میں صبح آٹھ بجے جناب خالد محمود عباسی کی تقریر سے ہوا۔ انہوں نے روشن خیالی کی آڑ میں فتنہ انکار حدیث کے موضوع پر مفصل گفتگو کی۔ انہوں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ بعض نام نہاد سکالر علمی تحقیق کے کام پر انکار سنت کے فتنے کو عام کر رہے ہیں اور حکومت اپنے مذموم مقاصد کے لیے ان کی

سرپرستی کر رہی ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ دینی جماعتیں اور مسالک فرقے نہیں' بلکہ سب حزب اللہ کا حصہ ہیں۔ فرقہ واریت تب جنم لیتی ہے جب فرائض سے اختلاف کیا جاتا ہے' یا کسی معاملے میں اختلاف کی گنجائش کے باوجود گنجائش اختلاف کا انکار کیا جاتا ہے۔ اگلا خطاب ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی کا تھا۔ انہوں نے شہادت علی الناس کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے شہادت حق کے مختلف مراحل کا ذکر کیا' نیز واضح کیا کہ ہر ملتزم رفیق تنظیم سال میں کم از کم چار احباب کی حد تک شہادت حق کا فریضہ لازماً ادا کرے۔ نفاق کی حقیقت اور تنظیم میں اختلاف کا طریق کار انجینئر نوید احمد کی گفتگو کا موضوع تھا۔ انہوں نے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی اور واضح کیا کہ کسی بھی انقلابی تحریک میں نفاق ضرور ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جان و مال کی محبت تحریکی تقاضوں پر غلبہ پالیتی ہے۔ مرضِ نفاق شیطانی حملے کا نتیجہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں بزدلی پیدا ہوتی ہے اور کارکنان تحریک نظم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تنظیمی زندگی میں اختلاف رائے کا پیدا ہونا فطری ہے۔ انسان کی طبائع مزاج اور ماحول کے مختلف ہونے کے سبب اختلاف پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو رفقاء کو اختلاف رائے کے اظہار کی اجازت ہے۔ مگر اس سلسلے میں اختلاف کے آداب اور ضابطوں کو ملحوظ رکھا جانا ضروری ہے۔

سوا دس تا گیارہ بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد جناب مختار حسین فاروقی کا فکر انگیز خطاب ہوا' اُن کا موضوع تھا: ''تمسک بالقرآن اور اتباع سنت کی اہمیت''۔ فاضل مقرر نے واضح کیا کہ قرآن حکیم کے ساتھ تمسک انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر ضروری ہے۔ انفرادی سطح پر تمسک بالقرآن کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید کے حقوق ادا کیے جائیں' اس کے احکام اپنی ذات' اپنے گھر اور اپنے دائرہ اثر میں نافذ کیے جائیں۔ یہاں تک کہ انسان کا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا' لین دین اور دیگر معاملات قرآنی احکامات کے سانچے میں ڈھل جائیں اور صورت یہ ہو کہ بقول اقبال ع قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن۔ اجتماعی سطح پر تمسک بالقرآن کا تقاضا یہ ہے کہ غلبہ دین اور قرآنی نظام کے قیام کے لیے تنظیم کی سطح پر بھرپور کوششیں کی جائیں اور اس کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جائے۔ اس حوالے سے انہوں نے اِس جانب توجہ مبذول کرائی کہ جب تک جذبہ اور شوق نہ ہو' تنظیم کے پروگراموں اور سرگرمیوں سے کماحقہ استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔

اتباع سنت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فاروقی صاحب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ایمان کا تقاضا ہے۔ اس کی بھی دو سطحیں ہیں۔ پہلی سطح انفرادی ہے۔ چنانچہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اپنی نجی زندگی میں آپؐ کے اسوۂ اور نمونہ اختیار کریں' آپؐ کے خوبصورت لائف اسٹائل کو اپنائیں اور اپنی سماجی زندگی میں آپؐ کے روشن کردار کی جھلک اپنے اندر پیدا کریں' مثلاً ہم اجتماعی نظام کے حوالے سے مساوات محمدی کا نعرہ لگاتے ہیں مگر اس کے لیے پہلے ہمیں اپنی سماجی زندگی میں اپنے ماتحت ملازمین' خاکروب اور مزدور وغیرہ کو مساوات کا درجہ دینا ہوگا۔ یہ انفرادی سطح پر اتباع رسول کا بنیادی تقاضا ہے' ورنہ محض بڑی بڑی تقریریں کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں پہلے اپنی ذات پر نبیؐ کی اتباع کو اختیار کرنا ہوگا' تب جا کر اجتماعی سطح پر اتباع رسول اور غلبۂ دین کا مرحلہ آئے گا۔ انہوں نے واضح کیا کہ تنظیمی زندگی میں اتباع رسول کے لیے ہمیں مامورین کی حیثیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔

پروگرام کے اگلے مقرر سید شیبا احمد تھے۔ انہیں شیطان کی چالوں اور ان سے بچاؤ کے حوالے سے اپنی گزشتہ روز ادھوری رہ جانے والی گفتگو کو مکمل کرنے کے لیے وقت دیا گیا۔ ان کا کہنا تھا

ہم اجتماعی نظام کے حوالے سے مساوات محمدیؐ کا نعرہ لگاتے ہیں مگر اس کے لیے پہلے ہمیں سماجی زندگی میں اپنے ماتحت ملازمین کو مساوات کا درجہ دینا ہوگا (مختار حسین فاروقی)

شیطان انسان کے دل میں مسلسل وسوسہ اندازی کرتا ہے اور اسے راہِ راست سے ہٹانے کی پیہم کوشش کرتا ہے۔ اس کی چالوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم سے اپنا تعلق مضبوط کریں کیونکہ قرآن ہمیں بار بار شیطانی ہتھکنڈوں کو یاد دلاتا ہے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ ہم باوضو رہیں' کیونکہ اس حالت میں انسان شعوری طور پر گناہوں سے اجتناب کرتا ہے۔ شیطان سے بچنے کا ایک موثر طریقہ ذکر الٰہی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور شیطان کے شر سے بچنے

جب تک جذبہ اور شوق نہ ہو' تنظیم کے پروگراموں اور سرگرمیوں سے کماحقہ استفادہ نہیں کیا جا سکتا

کے لیے اس سے پناہ مانگیں۔ شیطان کی فریب کاریوں سے بچنے کے لیے التزام جماعت بھی ضروری ہے۔ ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ شیطانی تاویلات کے پھندوں سے نجات کا محفوظ راستہ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں۔ احمد شیبا کہہ رہے تھے کہ شیطان کی جنگ مسلسل جاری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے خلاف معرکہ آراء ہوں' اس کو شکست دینے کے لیے منظم کوشش کریں' ہر رات سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کریں اور اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کریں۔

تیسرے روز کا اختتامی خطاب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کا تھا۔ اپنے خطاب کے پہلے حصے میں انہوں نے ''نظم بالا کا مامورین کے ساتھ رویہ'' کے حوالے سے پُرمغز گفتگو کی۔ امیر تنظیم نے فرمایا' تنظیم اسلامی ایک انقلابی جماعت ہے۔ اِس جماعت کا بنیادی تقاضا ڈسپلن اور نظم وضبط ہے۔ اس ضمن میں ہم اکثر آرمی ڈسپلن کی مثال دیتے ہیں' لیکن یاد رکھیے! اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ اس سے مراد سخت گیری اور باز پرس کا فوجی نظام ہے بلکہ اس سے مراد ڈسپلن ہے۔ رہی بات سخت گیری کی تو یہ ہرگز مطلوب نہیں۔ حقیقت میں جس رویہ کی ضرورت ہے وہ اس کے برعکس ہے۔ انہوں نے آیات قرآنیہ کے حوالے سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ مامورین کے معاملے میں امراء سے جو چیز مطلوب ہے وہ شفقت آمیز رویہ ہے۔ ایک امیر اور ذمہ دار کو ایک شفیق اور سمجھدار باپ کی مانند ہونا چاہئے' اسے نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ مامورین سے غلطی ہو جائے تو امیر کو چاہئے کہ ہر ہر غلطی پر گرفت نہ کرے بلکہ درگزر اور چشم پوشی سے کام لے اور اگر کسی غلطی پر متنبہ کیا جانا ہی ضروری ہو تو بھی نصح و خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ تنہائی میں اُس سے آگاہ کرے۔ امیر کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مامورین کی غلطی پر اُن کے لیے استغفار بھی کرے۔ اگرچہ یہ کام آسان نہیں مگر بہر حال ضروری ہے۔ امیر کو چاہئے کہ وہ مختلف معاملات میں اپنے رفقاء سے مشورہ کرے کہ مشورہ میں خیر اور بھلائی ہوتی ہے۔ امیر محترم نے یقین دلایا کہ اگر ان باتوں پر عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ تنظیمی سطح پر رحماء بینھم کی کیفیت ضرور پیدا ہوگی۔

اپنی گفتگو کے اختتام پر امیر محترم نے تمام رفقاء کا شکریہ ادا کیا جو جان' مال اور اوقات کی قربانی دے کر اجتماع میں شریک ہوئے۔ اجتماع کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا' جن کی شبانہ روز محنت سے اجتماع کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ انہوں نے بانی تنظیم محترم ڈاکٹر صاحب کا بھی شکریہ ادا کیا کہ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تنظیم کے جملہ رفقاء کو غلبہ دین کی فکر عطا فرمائی۔ اس کے بعد سوال و جواب کا سیشن ہوا' اگرچہ وقت کم تھا مگر پھر بھی امیر محترم نے رفقاء کے سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے۔ دعا پر فکری اور تربیتی نوعیت کے اس اجتماع کا اختتام ہوا۔ نماز ظہر قرآن کالج سے ملحقہ مسجد میں ادا کی گئی۔ بعد ازاں ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے ذمہ داران تنظیم نیا جوش اور ولولہ لیے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

تو رہ نورد شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول
اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کیلئے رابطہ:
شعبہ خط و کتابت کورسز 'قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

صلیبی جنگوں کا بانی: پطرس

مذہبی جنگ کی تبلیغ وتحریک کے لیے پادریوں، اسقفوں اور راہبوں کی یہ کونسل فرانس کے شہر کلرموں (Clermont) میں منعقد ہو رہی تھی۔ کلرموں جاتے ہوئے پوپ اربن اٹلی کے شہر پروونس سے گزرا اور ریمنڈ آف تلوز سے بھی ملا جو سپین کے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے عیسائیوں کے جتھے بھیجتا رہا تھا۔ ریمنڈ نے پوپ سے وعدہ کیا کہ وہ ارض مقدس ضرور جائے گا اور ان امراء کی صف میں سب سے آگے ہوگا جو جنگ مقدس میں شریک ہوں گے۔

پوپ اربن ثانی کی تقریر

پوپ اربن ثانی کے کلرموں پہنچنے سے پہلے ہی سارے فرانس میں لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کس مقصد سے آ رہا ہے۔ جا بجا عیسائیوں کے غول کے غول اس کے استقبال کے لیے جمع تھے۔ پوپ کا ارادہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کا اعلان کسی کلیسا کے اندر کھڑے ہو کر کرے، لیکن مجمع اتنا بڑھ گیا کہ وہ کلرموں کی کسی بڑی سے بڑی عمارت میں بھی نہ سما سکتا تھا۔ چنانچہ شہر کے مشرقی علاقے میں ایک بہت بڑے میدان میں ایک چبوترا بنایا گیا۔ اس پر کھڑے ہو کر پطرس راہب نے اپنی پُرجوش تقریر میں آہ وزاری کر کے لوگوں کے دل ہلا دیئے۔ پوپ کی تقریر ایسی غضب ناک تھی جیسے آتش فشاں سے لاوا اُبل رہا ہو۔ تمام حاضرین از خود رفتہ ہو گئے اور بے ساختہ اُن کے منہ سے یہ آواز نکلی "یہ مشیت خداوندی ہے۔" پوپ نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھا اور کہا "ہاں! بے شک یہ خدا کی مرضی ہے، یہ امر ربی ہے اور تم جو یہ کہتے ہو کہ یہ "مشیت خداوندی ہے" تو یہ الفاظ بھی تمہیں خدا ہی نے سکھائے ہیں۔ انہی الفاظ کو تم نعرہ جنگ بناؤ اور انہی الفاظ سے ہر جگہ فوجیوں میں خدا کی موجودگی کو مشتہر کرو۔

تقریر کے خاتمے پر پوپ اربن نے حاضرین کو نجات اخروی کا نشان "صلیب" دکھایا اور کہا کہ: "خود مسیح اپنی قبر سے اس صلیب کو تمہیں پیش کرنے کے لیے نکلا ہے۔ یہی نشان اسرائیل کے بچھڑے ہوئے بیٹوں کے واسطے فوجوں کے درمیان اٹھایا جائے گا۔ اسی کو اپنے کندھوں اور سینوں پر لگاؤ۔ یہی نشان تمہارے بازوؤں اور تمہارے جھنڈوں پر چمکے اور یہی تمہارے لیے فتح یا شہادت کی ضمانت ہوگا۔ یہ تمہیں ہر وقت یاد دلائے گا کہ مسیح تمہارے واسطے مرا ہے اور تم کو اس کے واسطے مرنا چاہئے۔"

ڈاکٹر احمد شبلی نے اپنی کتاب "صلیبی جنگوں کی تاریخ" میں پوپ کی تقریر کا یہ حصہ بھی درج کیا ہے: "یہ لڑائی صرف ایک شہر پر قبضہ کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ تمام ایشیا اور اُس کی بے شمار دولت اور خزانوں پر قبضہ کرنے کے لیے شروع کی جا رہی ہے۔ تم لوگ بیت المقدس کو جنت بناؤ اور مقدس زمینوں کو چھڑا کر اُن پر قبضہ کر لو اور اُن میں سے اُن کافروں کو نکال دو جنہوں نے انہیں غصب کر لیا ہے۔ یہ زمینیں، جیسا کہ توراۃ میں ہے، دودھ اور شہد بہاتی ہیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں سے جو زمینیں چھینی جائیں گی، وہ اُن لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی جو سرزمین مقدس میں مقیم ہونا چاہیں گے۔"

اس سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ افلاس اور غربت کی بلاؤں سے پیچھا چھڑانے کا یہ بڑا اچھا موقع مل رہا ہے۔ پھر انہوں نے یہ بھی سوچا کہ یروشلم ارض موعود ہے۔ اسے بائبل نے دودھ اور شہد کا شہر بتایا ہے۔ وہاں ضرور پہنچنا چاہئے۔ وہ وہاں جانے کے لیے بے قرار ہو گئے۔

پوپ اربن نے جب تقریر ختم کی تو لوگوں نے اپنے پُرجوش نعروں سے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ پوپ کے نائب نے لوگوں کو اعتراف گناہ کے لیے اعلان کیا تو سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ سینہ کوبی کی اور گناہوں کی معافی حاصل کی۔ سربر آوردہ عیسائیوں نے خدا کی راہ میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور اکثر پادریوں نے پوپ کے ہاتھ سے صلیب لی اور بوسہ دیا۔ تمام سرداروں اور جنگجو نائٹوں نے قسم کھائی کہ وہ یسوع مسیح کے امر کا بدلہ لیں گے۔ انہوں نے اپنے ذاتی تنازعے فراموش کر دیئے۔ اُن سرداروں کو بھی جو آپس میں لڑ رہے تھے، اب سوائے مسلمانوں کے انہیں کوئی دشمن نظر نہ آتا تھا۔ تمام دین دار عیسائیوں نے کونسل کے فتوے کا احترام کرنے کا وعدہ کیا اور اپنے لباس کو سرخ صلیب سے سجایا۔ اس کونسل کے بعد جو لوگ مسلمانوں سے جنگ کرنے میں مصروف ہوئے، اُن کو صلیب بردار (Bearers of Cross) اور اس مقدس جنگ کو "کروسیڈ" کا نام دیا۔

صلیب برداروں کی اوہام پرستی

جیسا کہ آئندہ صلیبی جنگوں کے موقع پر یورپ کی اخلاقی، تمدنی اور سماجی حالت کا اندازہ لوگوں کی جہالت، ضعیف الاعتقادی، اوہام پرستی سے ہوگا۔ اب اس موقع پر معجزات کا انکشاف ہونے لگا۔ ہم عصر مؤرخین نے پوپ اربن کی تقریر کی اثر پذیری پر بہت سے معجزات کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے لوگوں کے دلوں میں جوش وخروش پیدا کرنے میں بڑی مدد کی۔ کہا گیا کہ آسمان سے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرے۔ آسمان میں خون کے نشانات جگہ جگہ نظر آتے تھے۔ شہروں، فوجوں اور مسلح نائٹوں (جنگجو سواروں) کی شکلیں اور تصویریں، جو صلیب پہنے ہوئے تھیں، بادلوں میں دکھائی دیں۔ جس روز کلرموں کی کونسل نے مقدس جنگ کا فیصلہ کیا، اُسی روز اُسی وقت سمندروں کے پار اس فیصلے کی خبر مشہور ہوگئی۔ اس خبر سے مشرق کے عیسائیوں کے دل بڑھ گئے اور مسلمانوں میں مایوسی پیدا ہوئی اور سب سے مؤثر معجزہ یہ ہوا کہ گزشتہ زمانوں کے ولی اور بادشاہ قبروں سے نکلتے ہوئے نظر آئے اور بہت سے فرانسیسیوں نے اقرار کیا کہ انہوں نے شارلیمین کا سایہ دیکھا جو عیسائیوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے برانگیختہ کر رہا تھا۔

مؤرخ جاڈ نے اُن ابتدائی دنوں کے بارے میں لکھا ہے: "باپ خود اپنے بچوں کو لیے جاتے تھے اور اُن کو قسم دلا رکھی تھی کہ فتح کریں گے یا یسوع مسیح کے واسطے مر جائیں گے۔ جنگجو جنونیوں نے اپنے عورتوں اور اہل خانہ کے بازوؤں سے اپنے آپ کو زور سے چھڑایا اور فتح مند واپس آنے کا وعدہ کیا۔ عورتیں یا بوڑھے مرد جن کا کوئی سہارا نہ رہا تھا، اپنے بیٹوں یا شوہروں کے ساتھ قریب کے شہروں تک گئے اور وہاں اپنی محبت کی چیزوں سے علیحدہ نہ ہو سکے تو یروشلم تک ان کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو گئے۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے، وہ صلیب برداروں کی قسمت پر حسد اور رشک کرتے رہے اور اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ کر سکے اور جو ایشیا کی سمت موت تلاش کرنے گئے تھے اُن کے دل اُمید اور خوشی سے بھرے ہوئے تھے۔"

صلیبی جنگوں کا بانی

پطرس راہب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ یہی شخص ہے جس کو صلیبی جنگوں کا بانی کہنا چاہئے۔ بلاشبہ وہ خطرناک اور خونین مقصد میں پوپ اربن ثانی کی حمایت سے کامیاب ہوا، لیکن یورپ کے جوش کو آخری وقت تک جس نے قائم رکھا، وہ پطرس ہی تھا۔ موسم سرما کے لمبے مہینوں میں شمال مشرقی فرانس میں ایک ہی واعظ کی آواز سنائی دیتی تھی، جو لوگوں کو مشیت ایزدی پورا کرنے کی تاکید کر رہا تھا۔ 1095ء کے موسم سرما سے اُس کی تاریخی سرگرمیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ اُس کے جانباز اور فدائی اس کے گرد دیوار کی طرح احاطہ کیے رہتے تھے۔ چھوٹے قد کا، سیاہ فام، دبلا پتلا، لمبی سفید داڑھی والا یہ شخص خچر پر سوار پھرتا تھا، جس کے بال اُس کے پیروکار نوچ نوچ کر ایک قیمتی یادگار کی طرح اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے۔ غرض اس مخبوط الحواس راہب کے انقلاب خیز وعظوں اور کوششوں سے لوگوں نے بیت المقدس پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے صلیب لے لی تھی۔ اُس کے پیروکاروں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کئی فوجوں سے بھی بڑھ گئی تھی اور چونکہ اتنی بڑی تعداد کو

راستے میں ضروری خوراک نہ ملنے کا خوف لاحق تھا' اس لیے پطرس نے یہ تجویز دی تھی کہ سردار اپنے اپنے صلیب برداروں کے ہمراہ یکے بعد دیگرے روانہ ہوں۔ مؤرخین کے اندازے کے مطابق پطرس کے جھنڈے تلے ایک لاکھ سے زیادہ لوگ جمع تھے' جن میں عورتیں' بچے اور بوڑھے بھی شامل تھے۔

فرانس کی کونسل کے بعد پوپ اربن وہاں سے روم واپس ہوا تو آتے وقت اپنے پیچھے پطرس راہب اور اڈمار ڈی مونٹی کو فوجی بھرتی کرنے کے کام پر مقرر کر آیا۔

اڈمار ڈی پوئی کا اُسقف تھا اور کلیسا کے بڑے امیروں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ شاہانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ زرنگار لباس پہنتا اور ریشم اور دیبا کی چادریں استعمال کرتا تھا۔ بارہا امراء کی جنگوں میں نام پیدا کر چکا تھا اور فنِ حرب میں اس کے کمال کی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی۔ اُس کے ہتھیار اور زرہ بکتر نفیس ترین تھے۔ اُس کے پاس ایک ایسا عجیب وغریب خود تھا جس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے اور حد تو یہ ہے کہ اُس کی مہمیز تک سونے کی تھی۔ بعض جنگ آزما راہب جب میدانِ جنگ میں جاتے تھے تو دھاردار ہتھیار لے کر نہ جاتے تھے' صرف گرز وغیرہ لے جاتے تھے' تاکہ بعد میں خون ریزی نہ کرنے کا دعویٰ کر سکیں' لیکن اڈمار دودھاری تلوار لے کر میدان میں اترتا تھا۔ وہ سپاہی تھا اور منصوبے بھی سپاہانہ انداز میں بناتا تھا۔ اُس نے صلیبی جنگ کے لیے بھرتی شروع کی' تو ان لوگوں کی خدمات قبول نہیں کیں جو بیمار' نوعمر یا بوڑھے تھے اور ایسے لوگوں کو بھی اپنی فوج میں نہیں لیا جو میدانِ جنگ کو جاتے وقت اپنے کنبوں کی پرورش کا بندوبست نہ کر سکتے تھے۔ اُس نے جن لوگوں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا' اُن کے مالی معاملات کے بندوبست کا کام کلیسا کے حوالے کر دیا۔ اُس نے اُن نائٹوں (جنگجو سواروں) کو خاص طور پر اپنی فوج میں شامل ہونے کی دعوت دی جو ہتھیار چلانے کی تربیت پا چکے تھے۔

اڈمار نے پورے مغربی یورپ کا دورہ کیا اور ایک ایک قلعے میں پہنچ کر ہر قلعے میں سے اس قسم کے جنگ آزما بھرتی کیے۔ ان میں سے بعض ساحل رودبار کے نارمن تھے جیسے بالڈون آف لولو نے اور رابرٹ آف نارمنڈی۔ یہ ناروے اور سویڈن کے بحری قزاقوں کی اولاد میں سے تھے۔ بعض اور لوگ مثلاً ''تلوز کا ریمنڈ'' گاتھ نسل سے تعلق رکھتے تھے' جو رومی شہنشاہیت کے زوال کے زمانے میں جنوبی فرانس آ کر یہاں بس گئے تھے۔ کچھ اور لوگ مثلاً گوڈفرے ڈی بوئیلون لورین اور برگنڈی کے تھے' جہاں ایک المانی قوم اور فرینکس آباد ہو گئے تھے۔ ان سب نے اڈمار یا اُس کے نمائندوں کے سامنے یہ حلف اٹھایا کہ ہم اُس وقت تک عیسائی فوج کا ساتھ دیں گے جب تک یروشلم مسلمانوں کے قبضے سے آزاد نہ ہو جائے گا۔ ہر اُس شخص نے' جس نے یہ حلف اٹھایا' سرخ کپڑے کی ایک صلیب اپنے لباس کے مونڈھے پر یا اپنی چادر میں سلوالی۔ حلف اٹھانے کی تقریب صلیب اٹھانے کے نام سے مشہور ہوئی اور جن لوگوں نے صلیب ہاتھ میں لے کر حلف اٹھایا' انہیں صلیبی یا صلیب بردار کہا جانے لگا۔

پطرس راہب کا رنگ ڈھنگ ان سرداروں سے بالکل مختلف تھا۔ وہ ہر قسم کے موسم میں ننگا سر اور ننگے پاؤں نکل کھڑا ہوتا۔ اُس کے جسم پر ایک ہلکے سے جبے اور ایک اُونی ردپوش کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ رات کو اُسی جبے کو جسم کے گرد لپیٹ کر لیٹ رہتا۔ نہ بستر رکھتا تھا نہ چادر۔ اُس کی ڈاڑھی بڑھتے بڑھتے ناف تک پہنچ گئی تھی۔ اُس کے سر کے ناتراشیدہ بال اور اُس کی گردن اور کانوں پر گرے پڑتے تھے۔ وہ دبلا پتلا منحنی سا آدمی تھا' نہ روٹی کھاتا نہ گوشت' صرف مچھلی کے دو چار تلے اور پانی ملی ہوئی تھوڑی سی شراب پی لیتا تھا۔ بڑے بڑے امیر اور نواب اس وضع قطع کے آدمی کی باتوں پر کیا کان دھرتے۔ چنانچہ وہ ان کے قلعوں اور محلوں میں گیا بھی نہیں۔ اُس نے دہقانوں اور کسانوں میں تبلیغ کی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں میں چلا جاتا اور وہاں غریبوں کے سامنے تقریریں کرتا۔ یہ لوگ اُس کے زرد لاغر چہرے اور انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی آنکھوں سے مسحور ہو جاتے۔ پوری توجہ سے اُس کی باتیں سنتے اور اُس کے عقیدت مند بن جاتے۔ اسی لیے جب اُس نے انہیں حکم دیا کہ گھربار چھوڑ کر یروشلم جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں تو انہوں نے اُس کے حکم کی جان ودل سے تعمیل کی۔ اپنے کھیت اور گھر بیچ کر کمانیں اور تلواریں خرید لیں' جنہیں استعمال کرنا بھی نہ جانتے تھے اور اپنا سامان چھکڑوں پر لاد کر بیویوں اور بچوں سمیت اُس کے پیچھے ہو لیے۔ انہیں اس کا کچھ پتا نہ تھا کہ کتنی دور جانا ہے۔ جب کبھی کسی نئی جگہ میں پہنچتے فوراً سوال کرتے: ''کیا یروشلم آ گیا؟'' مؤرخ ولیم ٹائر عیسائیوں کے اُس وقت کے جوش وخروش کے بارے میں لکھتا ہے:

> ''فقیر اور تارک الدنیا لوگ اپنی عبادت گاہوں اور کلیساؤں سے جن میں مرنے کی قسم کھا رکھی تھی' باہر نکل آئے۔ انہیں یقین تھا کہ ربانی ہاتھ ان کی رہنمائی کر رہا ہے۔ زاہد اور درویش لوگ جنگلوں اور بیابانوں میں سے اپنے مسکنوں سے نکل کھڑے ہوئے اور صلیبیوں میں شامل ہو گئے۔ حد یہ ہے کہ چوروں اور رہزنوں نے بھی اپنی خفیہ پناہ گاہوں سے نکل کر اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور صلیب ہاتھ میں لے کر ان کا کفارہ اس طرح ادا کرنے کا حلف اٹھایا کہ ارضِ مقدس پہنچ کر مسلمانوں سے لڑیں گے۔ یورپ جلاوطنی کی سرزمین معلوم ہونے لگا' جسے چھوڑنے کے معاملے میں ہر شخص اوروں سے سبقت لے جانے کے لیے بے قرار تھا۔ اہلِ حرفہ' تاجروں اور مزدوروں نے اپنے اپنے پیشے چھوڑ دیئے اور نوابوں اور جاگیرداروں نے آبائی جاگیروں کو خیرباد کہا۔ ان زمینوں کی وقعت' جن کے واسطے وہ ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے' اُن کی نظروں میں کچھ نہ رہی اور اُنہوں نے ان زمینوں کو اونے پونے بیچ دیا۔''

صلیبیوں کا دشوار گزار راستہ

پطرس راہب اس قافلے کو لے کر شمالی فرانس سے ہوتا ہوا جرمنی میں داخل ہوا۔ اُس کی تبلیغ کے اثر سے عوام کے بڑے بڑے جتھے اُس کے ساتھ ہوتے گئے۔ جب وہ کولون پہنچا تو اُس کے ساتھ تیس ہزار آدمی تھے۔ ان میں کئی ہزار عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ کچھ خستہ حال سردار مثلاً والٹر سانس اووئیر' جیوفرے بوریل اور والٹر آف برے ٹوئیل بھی اُس کے ساتھ ہو گئے تھے اور اُس کے کمانڈروں کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ لیکن پطرس کے پیروؤں میں سے بیشتر کسان اور مزدور ہی تھے جو لڑنے بھڑنے کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ ان میں پہلوان' چور اور ڈاکو بھی آن گھسے تھے' جو مالِ غنیمت ہاتھ آنے کے لالچ میں ساتھ ہو لیے تھے۔

پطرس راہب نے اپنی مہم کا آغاز کولون کے مقام سے کیا' کیونکہ اسی جگہ سے خشکی کا وہ راستہ شروع ہوتا تھا' جس سے زائرینِ ارضِ مقدس صدیوں سے ادھر آتے جاتے رہے تھے۔ یہ راستہ وادیٔ رائن میں منیز تک پہنچتا تھا اور وہاں سے مڑ کر دریائے مین کے ساتھ ساتھ نورمبرگ تک چلا جاتا تھا۔ پھر وہاں سے کوہستان ہرز اور کوہ ارتس گیبر جکے درمیان سے گزر کر رگنز برگ کے مقام پر وادیٔ ڈینیوب میں داخل ہو جاتا تھا۔ رگنز برگ سے ڈینیوب کے نشیب کی طرف اترنے میں بلغراد تک یہ راستہ آسان تھا' لیکن بلغراد سے ذرا پرے جنوب کی طرف کوہستان بلقان میں مڑنے کے بعد قدرتی طور پر سنگلاخ ہو گیا تھا اور دریائے مورا وا کے ساتھ ساتھ نیش تک چلا گیا تھا۔ نیش سے بازنطینی شہر فیلی پوپولیس تک وہ پہاڑی علاقہ' جس سے یہ راستہ گزرتا تھا' نہایت ناہموار تھا۔ اس کے بعد یہ راستہ تھریس سے گزر کر قسطنطنیہ پہنچ جاتا تھا۔ یہ کم وبیش ڈیڑھ ہزار میل کی مسافت تھی۔ ان غریب سرداروں میں سے جو پطرس راہب کے ساتھ ہو لیے تھے' والٹر سانس اووئیر جانتا تھا کہ اس دشوار گزار راستے سے گزرنا کتنا کٹھن ہے۔ چنانچہ وہ اسے جلد طے کر لینا چاہتا تھا۔ اُس نے پطرس پر زور دیا کہ تیز قدم اٹھانے کی ضرورت ہے' کیونکہ اس ہجوم کا کسی ایک جگہ ٹھہرے رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ لیکن پطرس کی آنکھیں اس قسم کے خطروں کی طرف سے بند تھیں' وہ مزید جرمن صلیبی اکٹھے کرنے کے لیے ٹھہر ٹھہر کر چلنا چاہتا تھا۔ والٹر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اپریل کے وسط میں چھ ہزار فرانسیسی صلیبیوں کو ساتھ لے کر آگے روانہ ہو گیا اور انہیں تیز گام چلاتے ہوئے جولائی (1096ء) کے وسط میں قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ یہ آغاز امید افزا تھا' پطرس فرانس اور جرمنی سے کم وبیش پندرہ ہزار مردوں، عورتوں اور بچوں کا قافلہ لے کر اپریل کے آخر میں روانہ ہوا۔ عورتیں اور بچے چھکڑوں میں سوار تھے' جنہیں گھوڑے یا بیل کھینچ رہے تھے اور مرد پیدل چل رہے تھے یا گھوڑوں پر تھے۔ یہ قافلہ گھسٹتا ہوا چل رہا تھا۔ جن لوگوں نے اسے اس حالت میں روانہ ہوتے دیکھا' اُنہوں نے یہ کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے' جیسے ساری دنیا اُٹھ کر مشرق کی طرف چل پڑی ہے۔ اس قافلے کے آدمی جس جگہ ٹھہرتے ہیں' اُس کو اسی طرح تباہ وبرباد کر دیتے ہیں' جس طرح ٹڈی دل ہرے بھرے کھیتوں کو ستیاناس کر دیتا ہے۔ (جاری ہے)

پوپ اربن نے کہا: صلیب کو اپنے کندھوں اور سینوں پر لگاؤ۔ یہی نشان تمہارے بازوؤں اور تمہارے جھنڈوں پر چمکے اور یہی تمہارے لیے فتح یا شہادت کی ضمانت ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی اور ہم

میاں عامر ایڈووکیٹ

اسلامی نظام زندگی میں گھر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسی اکائی کے استحکام پر پورے نظام کے استحکام کا دارومدار ہے۔ اسلام کی کرنیں غار حرا سے پھوٹیں اور حضرت خدیجہؓ اور حضرت زید بن حارثؓ نے بڑھ کر اس دعوت پر لبیک کہا۔ آخر کار یہ نظام زندگی مکہ سے مدینہ اور پھر پورے جزیرہ نمائے عرب تک پھیل گیا۔

عام طور پر دنیا میں بڑے بڑے لیڈروں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ گھر سے باہر بلند و بالا شخصیت ہوتے ہیں' لیکن خانگی زندگی میں ناکامیاں اور حسرتوں کی داستان ہوتے ہیں۔ باہر علم و حکمت کے خزانے لٹانے جا رہے ہوتے ہیں' گھر والے دو میٹھے بول اور مسکراہٹ کی ایک کرن کو ترستے ہیں بلکہ اکثر و بیشتر گھر اور اہل خانہ کوڑے دان کی طرح استعمال ہوتے ہیں کہ دنیا بھر سے سمیٹی ہوئی تھکاوٹیں' الجھنیں' پراگندگیاں' گھر والوں پر اگل دی جاتی ہیں۔

اس کے برعکس نبی ﷺ کی خانگی زندگی اخلاق اور اعلیٰ ظرفی کی ایسی مثال لیے ہوئے ہے جو رہتی دنیا کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور پھر یہ آپؐ کی زندگی کے تمام شب و روز دیکھ لو' انگلی دھرنے کو پوری زندگی میں ایک لمحہ بھی نہ پاؤ گے۔ بڑے لوگ عموماً خلوت پسند ہوتے ہیں۔ قیادت کی ذمہ داری تھکا دیتی اور خشک مزاجی پیدا کر دیتی ہے اور یہ لوگ عموماً "عالم بالا" ہی میں رہنے والے ہوتے ہیں' لیکن یہاں معاملہ ہی جدا ہے۔ آپ ﷺ کا معاملہ تو یہ ہے کہ اللہ خود فرماتا ہے۔ "بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔" اور قریب ترین گواہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے فرماتی ہیں: "کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن" ترجمہ: "آپؐ تو مجسم قرآن تھے۔" ع قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں۔

گھر بنتا ہے بیوی بچوں اور والدین سے۔ آپؐ کے حقیقی والدین تو نہ تھے۔ آپؐ سن شعور کو پہنچے تو قریب ترین رشتہ حضرت ابو طالب اور حضرت فاطمہ بنت اسد کا تھا۔ حضرت ابو طالب سے محبت کا یہ حال تھا کہ آپؐ کے سینہ مبارک میں ان کی ہدایت کے لیے بے قرار غم گھٹن پیدا کیے دیتا تھا۔ ان کی چچی فاطمہ بنت اسد آئیں یا رضاعی ماں آئیں تو میری ماں کہہ کر استقبال کیا۔ اپنی چادر بچھائی۔ ابولہب کی ایک کنیز ثوبیہ کا دودھ آپؐ نے چند روز پیا تھا۔ اس کا لحاظ اتنا تھا کہ ان کے لیے مدینہ سے کپڑے بھجوایا کرتے۔ چند دن کی رضاعت پر یہ اسوہ شکر گزاری آپؐ کی ہی شان ہے۔

آج ہم اس دور میں ہیں جس کے لیے آپؐ نے فرمایا تھا: "لونڈی اپنے مالک کو جنے گی۔" دیکھ لیجئے آج اولاد مالک اور حاکم ہے' والدین محکوم اور فرمانبردار۔ اللہ نے والدین کے حوالے سے اولاد کو منع کیا کہ اُن کے سامنے اُف تک نہ کرو اور آج اولاد کو اف کہنا مشکل ہو گیا ہے۔ حلیمہ سعدیہ کی بیٹی حذیفہ (لقب شیما) غزوۂ حنین کے موقع پر گرفتار ہوئیں۔ انہوں نے جب بتایا کہ وہ آپؐ کی بہن ہیں تو آپؐ کے پاس لائی گئی۔ آپؐ نے بڑے مسرت سے اُن کا استقبال کیا' اپنی چادر بچھائی اور فرمایا' چاہو تو میرے پاس رہو' چاہو تو تمہارے قبیلے میں واپس پہنچا دیا جائے۔ انہوں نے واپسی کی درخواست کی' بہت کچھ دے کر رخصت کیا اور وہ اسلام لانے کی سعادت حاصل کر کے لوٹیں۔ یہ ہے محبت فاتح عالم کا رشتوں کا احترام۔ اور پاس دیکھئے کہ آپ نے صحابہؓ کو تاکید کی جب تم مصر فتح کرو تو اس کے باشندوں سے حسن سلوک کرنا' کیونکہ ان کی طرف سے تم پر صلہ رحمی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پھر وضاحت فرمائی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اُنہی میں سے ہیں۔ آپؐ نے بیٹوں پر بے پناہ محبت نچھاور کی۔ تینوں بیٹیاں آپ کی حیات مبارکہ میں انتقال فرما گئیں۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپؐ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوا۔

خانگی زندگی میں غم اور خوشیوں کا ساتھ ہے۔ وہ سب غم جو انسانی زندگی کا خاصہ ہیں آپ ان سے آزمائے گئے' یتیمی' والدہ اور رفیقہ حیات سے جدائی' بیٹوں کا انتقال مگر ہر موقع پر آپؐ نے صبر اور رضا کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائیں۔ کمسنی میں پھول سا بیٹا جدا ہو رہا ہے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور فرماتے ہیں' اپنے' ابراہیم حکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم ابراہیم کا غم اس سے زیادہ کرتے۔ آنکھ روتی ہے' دل غمگین ہے' مگر ہم کوئی ایسی بات نہیں کریں گے' جو رب تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ آپؐ نے غم کے اظہار میں صبر و تحمل اور انسانی جذبات کی نہایت خوبصورت ترجمانی فرمائی۔

خوشی دیکھنی ہو تو آپ کی جگر گوشہ حضرت فاطمہؓ کی شادی دیکھ لیجئے۔ حضرت علیؓ نے پیغام دیا' تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے بیٹی سے مشورہ کر لینے دو۔ نبی ہوتے ہوئے بھی فیصلہ بیٹی پر مسلط نہ کیا' حضرت فاطمہؓ سے دریافت فرمایا۔ انہوں نے نظریں جھکا لیں۔ تسلیم و رضا کا انداز دیکھ کر سمجھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ' عثمانؓ' عمرؓ' زبیرؓ' اور دیگر صحابہ کو بلوا بھیجا' خطبہ نکاح پڑھا' ایجاب و قبول ہوا۔ خیر و برکت کی دعا ہوئی۔ کھجوروں کا بھرا ہوا تھال مہمانوں کے سامنے پیش کیا گیا' اور محبوب خدا کی بیٹی حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر بھیج دی گئیں۔ یہ شادی اتنی سادہ مختصر اور آسان تھی۔ حالانکہ روئے زمین کی محترم ترین بیٹی کی خوشی منانے کے لیے کیا کچھ کرنا ممکن نہ تھا۔

خوشی کا تصور اللہ کے نبیؐ کے ہاں جدا اسلوب رکھتا ہے۔ خوشی ہنگامۂ شور و غل اور اسراف کا نام نہیں ہے۔ سچی خوشی دل کے اندر سے پھوٹتی ہے۔ یہی وجہ ہے مختصر سی تقریب میں احباب کی دعاؤں کے ساتھ اعلیٰ ترین قیادت کی بیٹی رخصت کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ دونوں پر اپنی محبت نچھاور کرتے ہیں۔ حضرت علی پوچھتے ہیں' یا رسول اللہ ﷺ! ہم دونوں میں سے کون آپ کو زیادہ پیارا ہے۔ آپ فرماتے ہیں' فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب اور تم مجھے فاطمہ سے زیادہ عزیز ہو۔ گھروں میں اونچ نیچ بھی ہو ہی جاتی ہے۔ ایسے ہی ایک موقع پر آپ حضرت علیؓ کے گھر تشریف لے جاتے ہیں' جاتے ہوئے چہرہ مبارک پر ملال تھا' لوٹے تو چہرہ انور کھلا ہوا تھا' فرمایا: میں نے آج اپنے دو محبوب بچوں کی صلح کروا دی۔ یہ ہے اسوہ حسنہ سسر کا داماد کے لیے' چاہت و محبت کے اظہار کا اسوہ۔

اب ایک اور نقشہ بھی دیکھئے' آپ حالت نماز میں ہیں اور ننھے حسنؓ اور حسینؓ کبھی آپ کی دونوں ٹانگوں کے درمیان جا لپٹتے ہیں' کبھی داڑھی سے کھیلتے اور حالت سجدہ میں آپؐ کی پشت مبارک پر بیٹھ جاتے' تو آپؐ سجدہ لمبا کر دیتے کہ بچہ سواری کا مزا لے لے۔ بچوں کی یہ بے تکلفی آپ کی اس بے پناہ محبت کا نتیجہ تھی جو آپؐ اُن پر نچھاور کرتے۔ ہمارے ہاں یہ چیزیں اسوۂ لیڈری میں مفقود ہو جاتی ہیں۔ لیڈری موسوم ہے شہرت کی نہ ختم ہونے والی ہوس سے' جس کی بناء پر شادی بیاہ پر بے پناہ اکٹھ ہوتا ہے' فوٹو گرافرز ہوتے ہیں اور اسراف و تبذیر کا شیطانی کھیل ہوتا ہے۔

مرد کی پرکھ سب سے زیادہ اس زیردست پر ہوتی ہے' جسے بیوی کہتے ہیں۔ آپؐ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حسن سلوک کی عظیم الشان مثالیں پیش کیں۔

لیڈر صاحبان کے پاس اپنے خاندان کے لیے وقت نہیں ہوتا۔ لیکن وہ ہستی جس کی ذات برکات میں نبوت' امامت' حکمرانی' سپہ سالاری اور عدالت سبھی کچھ یکجا ہے۔ اپنے گھر والوں کے بیچ محبتیں اور شفقتیں بانٹتے نظر آتی ہے۔

ہمارے ہاں کم نصیبی سے داعیان دین کی بھی دعوت کے کام کی روٹین ایسے ہوتی ہے' جیسے ڈاکٹر نے گھر آ کر ڈاکٹری کا کوٹ اتارا' اسٹیتھو سکوپ رکھا اور سمت گیر ابا حضور کا روپ دھار لیا۔ اسی طرح داعی' نے عینک اتاری' دعوتی و تحریکی کتب اور رسائل رکھے اور دعوت کے کام سے گویا فارغ ہو گئے۔ ایسا لگتا

(باقی صفحہ 17 پر)

یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

ملک کے سیاسی' سماجی' معاشی اور اسی طرح کے دیگر مسائل نیز اپنے خاندانی' روزمرہ کے حالات جن کا تذکرہ اکثر ''آپ بیتی'' لکھنے والے کرتے ہیں' میں نے اپنی اس خودنوشت میں ان کا بہت ہی کم ذکر کیا ہے مگر صرف وہ جن کا تحریک سے قریبی یا دور سے تعلق ہو۔

ڈاکٹر منظور احمد صاحب کا تذکرہ پچھلے صفحات میں کئی بار ہوا ہے' لیکن ایک بات لکھنے سے رہ گئی اور وہ تھی ان کی شادی خانہ آبادی۔ منظور صاحب اسٹریچن روڈ پر دفتر جمعیت کے قریب ہی ایک بنگلہ کے اوپر کے حصہ میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ کرایہ پر رہتے تھے۔ نچلی منزل مالک مکان کے پاس تھی۔ منظور صاحب سندھ مسلم آرٹس کالج کے طالب علم تھے۔ ذہین آدمی تھے۔ انڈیا میں رامپور سے آئے تھے جہاں پر جماعت اسلامی ہند کی مرکزی تربیت گاہ سے بھی استفادہ کرتے رہے تھے۔ عمدہ مقرر تھے۔ کالج کی Debates میں حصہ لیتے رہتے تھے اور نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ان کے مالک مکان کی صرف ایک ہی اولاد تھی اور وہ تھی بیٹی' خاندان کے بس یہ ہی دو افراد باپ اور بیٹی رہائش پذیر تھے۔ غالبًا پاکستان میں ان کا کوئی اور رشتہ دار بھی نہ تھا۔ ان کی بیٹی بھی سندھ مسلم آرٹس کالج کی طالبہ تھی اور غالبًا منظور صاحب کی تقاریر وغیرہ سے بہت متاثر تھی۔ کالج آتے جاتے آمنا سامنا بھی ہوتا رہتا ہوگا۔ ایک روز منظور صاحب نے خورشید احمد بھائی' خرم بھائی' راجہ بھائی اور محمد میاں سے کہا کہ کل شام کو بعد عصر غریب خانہ پر چائے نوش فرمائیں۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر یہ لوگ پہنچے۔ مین گیٹ پر منظور صاحب انتظار کر رہے تھے۔ وہ ان لوگوں کو اوپر اپنے گھر لے جانے کی بجائے نچلی منزل کے بڑے کمرہ میں لے گئے۔ یہ لوگ حیران کہ منظور صاحب بجائے اوپر لے جانے کے یہاں کیوں لے جارہے ہیں۔ بڑے کمرہ میں پہنچے تو دیکھا کہ قالین پر ایک باریش بزرگ بیٹھے ہیں۔ ساتھ ہی لڑکی کے والد صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ لوگ ذہین تھے' بات کی تہہ کو پہنچ گئے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ باریش بزرگ نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ قبول و بول کے بعد نکاح نامہ پر ان حضرات نے بطور گواہ دستخط کیے۔ کچھ خورد و نوش کے بعد یہ حضرات تو دفتر جمعیت واپس آ گئے اور منظور صاحب اپنی نئی نویلی دلہن کو لے کر اسی شام ہنی مون منانے کوئٹہ چلے گئے۔ کیا خوب!

چاندنی میں ڈھل رہا تھا بیڈ روم
نرم گدوں پر اکیلا چاند تھا

''اسٹوڈنٹس وائس'' پریس میں چھپنے کے لئے جا رہا تھا' اس میں جگہ نکال کر منظور صاحب کی شادی کی مختصر سی اسٹوری دے دی گئی۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ اس کا شائع ہونا کچھ مناسب نہیں۔ پرچہ پریس کو جا چکا تھا اور مشین میں لگنے ہی والا تھا کہ روک کر اس اسٹوری کو نکال دیا گیا۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ منظور صاحب تقریر بھی بہت خوب کرتے تھے اور درس قرآن بھی بہت اچھا دیتے تھے۔ ان کی چھوٹی سی بڑی خوبصورت داڑھی تھی' مگر تعلیم مکمل ہونے اور جمعیت سے فارغ ہونے کے بعد جب انہوں نے کسی تعلیمی ادارہ میں ملازمت شروع کی تو پہلا ''مبارک'' کام یہ کیا کہ داڑھی صاف کرا دی۔ طلبہ کی تحریک اسلامی کے ایک کارکن ہی نہیں بلکہ رہنما کا یوں داڑھی صاف کرا دینا شدید افسوسناک تھا۔

متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

اور یوں ڈاکٹر منظور صاحب چاہے بعد میں ٹیلی وژن اور جلسوں وغیرہ میں ''اسلام'' پر کتنے ہی ''کرم'' فرماتے رہے ہوں اور رطب اللسان رہے ہوں لیکن افسوس کہ تحریکی طور پر ان کی موت واقع ہوگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ اٹھ گیا آخر کو' ویرانہ پہ کیا گزری

اس وقت مجھے ہندوستان کی پہلی تحریک آزادی کے ایک سرکردہ رہنما مولانا یحییٰ علیؒ یاد آ گئے۔ اللہ اکبر! کیا شان تھی!! 1857ء کی تحریک آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے تلاش کر کر کے اس کے سرکردہ رہنماؤں اور علماء کرام پر سختیوں اور تشدد کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ اس وقت امیر جماعت مولانا یحییٰ علیؒ تھے۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں (مولانا محمد جعفر تھانیسری وغیرہ) کو پھانسی کے بجائے حبس دوام کی سزا دی گئی اور مجاہدوں کے لباس بدل کر ان کی داڑھی' مونچھ اور سر کے بال بھی کتر دیئے گئے تو مولانا یحییٰ علیؒ اپنی داڑھی کے کترے ہوئے بالوں کو اٹھا کر کہتے: ''افسوس نہ کر کہ تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اسی کی راہ میں کتری گئی''۔

ایک داڑھی اسلامی جمعیت طلبہ کے رہنما' مدرس قرآن اور اب ''عظیم فلسفی و دانشور'' ڈاکٹر منظور احمد صاحب کی تھی اور ایک مولانا یحییٰ علیؒ کی تھی' دونوں ہی منڈائی یا مونڈی گئیں۔ سچ ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے' شاہیں کا جہاں اور

سترہ سال کی عمر میں میری داڑھی نکلنی شروع ہوئی تھی۔ الحمدللہ شروع سے اب تک ہے۔ ہاں البتہ ایک بار اپنے عزیز رفیق عبدالمجیب نے یہ پٹی پڑھائی کہ اگر ایک دفعہ استرے سے بال صاف کرا دو گے تو بہت اچھے گھنے بال نکلیں گے۔ ہم اُن کی بات میں آ گئے اور استرا پھروا ڈالا۔ لیکن بعد میں افسوس ہوا۔ پھر کبھی ایسی حرکت نہیں کی' اور داڑھی کو دوام حاصل ہو گیا۔

سائیکل چلانا ہم بالکل نہیں جانتے تھے۔ محمد میاں ایک سائیکل پر بٹھا کر مجھے پولو گراؤنڈ لے گئے اور سائیکل چلانی سکھائی۔ کافی دیر کی تربیت کے بعد ہمیں شاگردی کے ''انعام'' میں شاندار لسی بھی پلائی۔ جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور دارالعروبہ کے سربراہ مولانا مسعود عالم ندوی کا انتقال جماعت کی مجلس شوریٰ کے اجلاس کے دوران ہوا تھا' جو پیر الٰہی بخش کالونی میں خرم بھائی کے مکان کے قریب حافظ سلطان صاحب ایڈووکیٹ کے بیٹے اور ہمارے ایک رفیق طلعت سلطان کے بڑے سے مکان میں ہوا تھا۔ وہیں سے جنازہ اٹھا اور منگھوپیر کے علاقہ میں دہلی پنجابی سوداگران کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ میرا مہینوں تک یہ معمول رہا کہ ہر ہفتہ اپنے گھر سے پاکستان کوارٹرز میں ایک رفیق (ڈاکٹر) بدر کے گھر جا کر اور وہاں سے ان کی سائیکل لے کر مولانا مسعود عالم ندویؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے جایا کرتا تھا۔

بہت عرصہ کے بعد جب کلیم (Claim) میں ملی دوکان فروخت کرنے کے بعد کچھ رقم ملی تو ایک ویسپا اسکوٹر خریدا۔ عزیز رفیق اور دوست سیف الدین مجھے نارتھ ناظم آباد کی سنسان سڑکوں پر اسکوٹر چلانا سکھا رہے تھے (نارتھ ناظم آباد اُس وقت بہت ہی کم آباد ہوا تھا)۔ ایک جگہ بجری پڑی ہوئی تھی۔ اسکوٹر اس میں پھنسا۔ سیف الدین چلائے: بریک مارو۔ ہم کچھ ہڑبڑا سے گئے۔ سائیکل کا بریک ذہن میں تھا' جو سیدھی طرف ہوتا ہے' چنانچہ جلدی میں سیدھے ہاتھ والی چیز زور سے دبا دی۔ یہ بھول گئے کہ اسکوٹر میں سیدھے ہاتھ پر بریک نہیں ایکسی لیٹر ہوتا ہے۔ ایکسی لیٹر کا زور سے دبنا تھا کہ اسکوٹر زور سے اُچھلا اور ہم دونوں چاروں شانے چت۔ سیف الدین نے جلدی سے اسکوٹر کا انجن بند کیا اور کپڑے جھاڑے۔ شکر ہے کوئی زیادہ چوٹیں تو نہیں آئیں' ہاں کچھ خراشیں ضرور آئیں۔ اُس وقت سے ہم نے دو پہیوں کی سواری چلانے کی دونوں ہاتھوں سے کان پکڑ کر توبہ کر لی۔ ویسے ''گرتے ہیں شہسوار ہی بجری کے درمیاں''۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتے کو تھام لے ساقی

مجھے بھائی جی (والد صاحب) یاد آ گئے۔ کہتے تھے کہ جب وہ نوجوان تھے تو قصبہ میں پہلی بار نئی سائیکلیں آنی شروع ہوئی تھیں۔ وہ بھی ایک سائیکل خرید کر گھر لے آئے۔ دادی نے جو دیکھا تو چیخیں: ''غفور (والد صاحب کا نام عبدالغفور تھا)! یہ تُو کیا' شیطان کا چرخہ لے آیا ہے...... اور پھر تو اس پر سے گرے گا نہیں' اس کے دو ہی تو پہیے ہیں''...... ان کے بیٹے صاحب تو سائیکل سے کبھی گرے ہوں یا نہ گرے ہوں لیکن پوتے صاحب نے اسکوٹر سے گر کر ضرور ان کی بات کی ''لاج'' رکھ لی۔

1951ء میں جماعت اسلامی پاکستان کا سہ روزہ سالانہ اجتماع ککری گراؤنڈ (نزد لی مارکیٹ) کراچی میں منعقد ہوا۔ ہم بھی حاضر تھے وہاں...... اور بھی جمعیت کے بہت سے رفقاء شریک تھے۔ دستوری جدوجہد اور مطالبۂ نظام اسلامی کے پس منظر میں ایک نمائش بھی لگائی گئی تھی۔ ہماری ڈیوٹی نمائش پر تھی۔ ہم تھے ہی ''نمائشی'' کارکن......! یہ تین دن بہت اچھے گزرے۔ پاکستان بھر سے آئے ہوئے جماعت اسلامی کے متعدد اراکان سے ملاقاتیں ہوئیں۔ زندگی میں پہلی بار تحریک اسلامی کے اتنے کارکنوں کا اجتماع دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ کام تیز کرنے کے لئے جذبات کو مہمیز لگی...... ؎

کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری
سحر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی

❁ ❁ ❁

بقیہ: دو خبریں...... ایک تاثر

وہ اتنا گہرا ہے کہ ان کے تمام رشتوں ناتوں پر وہی غالب ہے۔ اس کلمے کے لیے وہ ساری دنیا چھوڑ چکی ہیں...... اپنے والدین' رشتہ داروں' گھربار اور خاندان کی قربانی دے چکی ہیں...... خدارا! ان کے ایمان کا موازنہ اپنے ایمان سے نہ کیجئے...... تاریخ نے ہمیشہ ان جیسی باہمت مسلمان خواتین کی آغوش میں محمد بن قاسم' طارق بن زیاد اور محمود غزنوی پلتے دیکھے ہیں...... ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اسلام کے اس تازہ خون کی قدر کریں جو ہماری مردہ رگوں میں حیاتِ نو دوڑا سکتا ہے......

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دنیا اب اس مرحلے کی طرف جا رہی ہے جہاں یا تو کھلم کھلا کفر رہ جائے گا یا واضح اور دوٹوک اسلام...... جہاں عبدالرحمٰن جیسے بدبخت اسلامی اقدار و قوانین کی زنجیریں ڈھیلی ہوتے دیکھ کر منافقت کا لبادہ اتارتے ہوئے بے دھڑک کفر کی کھائی میں کود رہے ہیں' وہاں حق تعالیٰ شانہ بت کدوں سے انعم' افشاں اور ندا جیسی پاکیزہ روحوں کو اسلام کے گلشن میں آنے کی ہمت دے رہے ہیں...... یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں......!!

محبت رسول ﷺ کا تقاضا

نبی اکرمؐ کے مشن سے وابستگی

انتخاب و ترتیب: حافظین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''پس جو لوگ ایمان لائے اُن (نبی اکرم ﷺ) پر اور جنہوں نے ان کی رفاقت کی، اور جنہوں نے ان کی مدد اور حمایت کی (یعنی ان کے مشن میں ان کے دست و بازو بنے، اور ان کے مقاصد کی تکمیل میں اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو کھپایا) اور جنہوں نے اس نور کا اتباع کیا جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، تو یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔'' (الاعراف: 157)

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ سے محبت کے تقاضوں کا بیان ہے۔ اہل اسلام کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے رسول برحق ہونے پر پختہ یقین رکھیں۔ آپ کی توقیر اور تعظیم کریں۔ آپ کے مشن غلبہ دین کے لیے جدوجہد کریں۔ آپ کے پاکیزہ اور روشن اسوہ پر کاربند ہوں۔ معرکہ حق و باطل اور ازل سے جاری ہے' اس معرکہ میں جان و مال اور صلاحیتوں کی قربانی دیں اور خونِ جگر سے شجر اسلام کی آبیاری کریں۔

جو لوگ نبی اکرم ﷺ کی دعوت قبول کریں اور آپؐ پر ایمان لائیں' اللہ تعالیٰ عالمِ اسباب میں ان کو جانچتا ہے، ان کا امتحان لیتا ہے۔ کیونکہ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کون لوگ حقیقتاً ایمان رکھتے ہیں اور کون جھوٹ موٹ کے مومن بنے پھرتے ہیں۔ اس دنیا میں فیصلہ انہی آزمائشوں سے ہوتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کو اٹھایا یا نہیں؟ رسول ﷺ کے مشن کو اپنی زندگی کا مشن بنایا یا نہیں؟ محمد رسول اللہؐ کے منصبِ رسالت کی تکمیل میں اپنا جان و مال کھپایا یا نہیں؟ دعوت الی اللہ کے مراحل میں صبر و استقامت دکھائی یا نہیں؟ اگر کسی نے یہ سب کچھ کیا ہے تو وہ اپنی محبت میں سچا ہے اور یہ نہیں تو پھر اُس کے دعویٰ ایمان میں صداقت نہیں، پھر تو رسول اللہ ﷺ پر ایمان کا دعویٰ ناقابلِ قبول ٹھہرے گا، رسول ﷺ سے محبت کا دعویٰ بھی مسترد کر دیا جائے گا اور رسول ﷺ کی اطاعت کا دعویٰ بھی غیر معتبر اور محض دکھاوا قرار پائے گا۔

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ذرا چشمِ تصور میں غزوۂ احد کا نقشہ لائیے۔ اللہ کے محبوب ﷺ اپنے جاں نثار صحابہؓ کے ساتھ مشرکین کے سامنے سینہ سپر ہیں، آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ اس معرکہ، کارزار میں جان کی بازی لگا رہے ہیں۔ رحمۃ للعالمین زخمی ہو گئے ہیں۔ خود کی کڑیاں سر مبارک میں گھس گئیں ہیں، رخسارِ مبارک بھی مجروح ہو گیا ہے، دندانِ مبارک بھی شہید ہو چکے ہیں اور آپ ﷺ کا مقدس خون راہ حق میں بہہ رہا ہے۔ فرض کیجئے عین اسی وقت کوئی مدعی عشقِ رسول ﷺ کہیں اپنے گھر میں بیٹھا درود کی تسبیح پڑھ رہا ہو، حضور ﷺ پر سلام پڑھ رہا ہو، حضور ﷺ کی شان میں نعتیں پڑھ رہا ہو یا خود اپنی ذاتی عبادات میں مگن ہو تو یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہو گی کہ ایک طرف محمد ﷺ تو کارزارِ احد میں اللہ کے جھنڈے کو سربلند کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہوں اور یہ عاشقِ رسول ﷺ کہیں کسی گوشہ میں بیٹھا درود و سلام پڑھ رہا ہو۔

حضور ﷺ کا مشن جیسے کل زندہ تھا' اب بھی زندہ و تابندہ ہے اور تا قیامت زندہ رہے گا۔ حضور ﷺ کی رسالت تا قیامِ قیامت ہے اور حضور ﷺ کے بعد یہ فریضہ، رسالت امت مسلمہ کو بحیثیت اُمت ادا کرنا ہے۔ بنی نوعِ انسانی آج بھی ہدایتِ ربانی کی محتاج ہے۔ دنیا آج بھی طاغوتی شکنجے میں گرفتار ہے۔ آج بھی ہر اس شخص پر جو خود کو مسلمان سمجھتا ہے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان تک پیغامِ حق پہنچائے۔ چنانچہ جب تک یہ کام اپنے انجام تک نہیں پہنچے، نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ رسالت و بعثت ابھی شرمندۂ تکمیل ہے اور اسکی تکمیل کی ذمہ داری امتِ مسلمہ پر ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

پس اب اس عاشقِ رسول ﷺ کو خوب اچھی طرح اپنے دل میں جھانک کر اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ...... جسے حضور ﷺ کے مقصدِ بعثت اور آپ کے مشن سے سرے سے کوئی دلچسپی نہ ہو اسے خود فیصلہ کرنا چاہئے کہ اس کے محبت کے دعووں میں کتنی صداقت ہے۔ آج عملاً یہ صورتحال ہے کہ ؎

تیرے حسنِ خُلق کی ایک رمق میری زندگی میں نہ مل سکی
میں اسی میں خوش ہوں کہ شہر کے در و بام کو تو سجا دیا

لہٰذا ہم میں سے ہر شخص کو کوشش کرنی چاہئے کہ جتنا ہو سکے اللہ کے رسول ﷺ کے مشن اور انکے مقصد کی خاطر اپنا تن من دھن لگانے کی کوشش کرے اور دوسروں تک بھی اس پیغام کو پہنچائے۔

(مفہوم و ماخوذ: ''توحید عملی'' از ڈاکٹر اسرار احمد)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

دو خبریں ...... ایک تأثر

محمد اسماعیل ریحان

اس وقت دو خبریں میرے سامنے ہیں۔ دونوں سے ایک عجیب سا تأثر جنم لیتا ہے...... ایک طرف یہ خبر ہے کہ عیسائیت قبول کرنے والے مرتد افغان باشندے عبدالرحمٰن کو اٹلی کی طرف سے پناہ مل گئی ہے۔ دوسری طرف یہ خبر ہے کہ پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں ہندومت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے والی تین نومسلم بہنوں نے مسلمانوں سے فریاد کی ہے کہ انہیں قبولِ اسلام کی بہت سخت سزا دی جارہی ہے' خدارا ان کی مدد کی جائے۔

سمجھ نہیں آتا کہ ان خبروں پر اپنی کیفیات کا اظہار کن الفاظ میں کروں...... دونوں خبریں مسلمانوں کی بے حسی کا ماتم کررہی ہیں...... یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مرتد کی شرعی سزا قتل ہے۔ اسلام نے اس کو زندہ رہنے کے لیے ایک ہی صورت چھوڑی ہے کہ وہ دوبارہ اسلام قبول کرلے' بصورتِ دیگر اس کی حیثیت ایک ایسے گلے سڑے عضو کی ہوگی جسے کاٹ کر بدن سے علیحدہ کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔ مرتد کو اگر شرعی سزا دے کر نمونہ عبرت نہ بنایا جائے تو اس کی زندگی براہِ راست اسلام پر ایک اعتراض ہوتی ہے۔ اس کا وجود اسلام کے لیے ایک ناقابل برداشت استہزا ہوتا ہے۔ اسے دیکھ کر دنیا یہ محسوس کرتی ہے کہ شاید اسلام میں کوئی کمی ہے' جس کی بناء پر یہ شخص اسلام سے باغی ہوا ہے۔ دنیا کی کوئی کمزور سے کمزور تر حکومت بھی باغی کو نہیں بخشتی' اگر وہ بغاوت ترک نہ کرے تو اس کی سزا قتل سے کم تجویز نہیں کی جاسکتی' تو بھلا اسلام جیسے عالمگیر نظام میں باغی کی گنجائش کہاں ہوسکتی ہے۔ اسلام تو ساری دنیا کا ہادی و رہنما ہے۔ بڑی بڑی حکومتیں اس کی وسعتوں میں یوں سمٹ جاتی ہیں جیسے دریا میں قطرہ...... اس نظامِ خداوندی میں بغاوت کو کیسے معاف کیا جاسکتا ہے اور مرتد کو زندہ کیسے رہنے دیا جاسکتا ہے؟

مغرب مسلمانوں سے ان کا یہ شرعی حق چھین لینا چاہتا ہے۔ وہ اسلامی ممالک کے نظامِ حکومت اور عدالتی قوانین میں دخل اندازی کر کے مرتدین کو وہ تمام حقوق دلوانا چاہتا ہے جو عام شہریوں کو حاصل ہیں۔ اس طرح وہ ان مشنریوں کا کام آسان کرنے کا خواہش مند ہے جو دن رات عالمِ اسلام کے ہر شہر' قصبے اور گاؤں میں مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے میں مصروف ہیں۔ کیا یہ بات قابلِ تعجب نہیں کہ افغانستان میں طالبان حکومت کے سقوط اور کفریہ طاقتوں کی بالادستی کے بعد اب تک کم از کم 90 ہزار افراد عیسائی ہو چکے ہیں۔ امریکا' برطانیہ' فرانس اور دیگر عیسائی ممالک بڑے منظم انداز سے دنیا بھر میں عیسائیت کے فروغ کے لیے مصروفِ کار ہیں اور افغانستان ان کا خاص نشانہ ہے۔ یہاں ایک تجربے کے طور پر مرتدین کو تمام شہری حقوق دلوا کر انہیں ایک اقلیت کی حیثیت سے پارلیمنٹ میں رکنیت دلوانے کی تیاریاں بھی بڑے منظم انداز میں جاری ہیں۔ افغانستان میں رائج تمام زبانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی جارہی ہے' لٹریچر کے علاوہ ریڈیو نشریات کو بھی اس مقصد کے لیے کھلے عام استعمال کیا جارہا ہے۔ مرتد افغانوں کے مذہبی اجتماعات مغربی ممالک کے سفارت خانوں میں منعقد ہورہے ہیں۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر عبدالرحمٰن کا قضیہ اس قدر کیوں اچھالا گیا؟ ان حالات میں تو اس بدبخت کا مرتد ہونا کوئی تعجب انگیز بات نہیں تھی۔ جہاں ہزاروں افراد کا دین و مذہب تبدیل ہورہا ہو اور افغان کٹھ پتلی حکومت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہو' وہاں کسی ایک فرد کا کافر ہونا کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ نہیں تھا کہ

کیا یہ بات قابلِ تعجب نہیں کہ افغانستان میں طالبان حکومت کے سقوط اور کفریہ طاقتوں کی بالادستی کے بعد اب تک کم از کم 90 ہزار افراد عیسائی ہو چکے ہیں۔

عدلیہ حرکت میں آ جاتی اور افغان انتظامیہ چونک پڑتی...... پھر عبدالرحمٰن کے ارتداد کا مسئلہ عدالت تک کیوں لے جایا گیا؟ اگر بغور دیکھا جائے تو یہ بھی اس ڈرامے کا ایک حصہ نظر آئے گا جس کے ذریعے افغانستان کے اسلامی تشخص کو پامال کیا جارہا ہے۔ یہ افغان عدالتی نظام اور قوانین میں اس طرح قطع برید کی جانے کی کوشش کا حصہ ہے' جس کے ذریعے یہاں کسی شخص کو اسلام سے پھر جانے پر کوئی خوف خرخشہ نہ ہو......

لاتعداد افراد نے اب یہ منظر دیکھ لیا ہے کہ اسلام سے برگشتہ ہونے پر وہ کسی قانون کی زد میں نہیں آتے' کسی عدالتی کارروائی کے ذریعے انہیں گزند نہیں پہنچائی جاسکتی' قانون اب خود ان کا محافظ ہے' بلکہ اس طرح تو ان کے یورپ میں جا بسنے اور وہاں کے مزے لوٹنے کا راستہ بھی ہموار ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اب یہ خطرہ بڑھ گیا ہے کہ ایسے مزید ہزاروں افراد تیزی کے ساتھ اسلام سے کنارہ کش ہوجائیں گے' جنہیں صرف قانون اور عدالت کا خوف ترکِ مذہب سے روک رہا تھا۔ اس بات کا خطرہ بالکل واضح ہے کہ افغانستان کے بعد یہ تجربہ دیگر مسلم ممالک بالخصوص پاکستان' عراق اور سعودی عرب میں دھرائے جانے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ اگر اسلامی دنیا کے حکمران اور عدالتیں ایسے نازک مذہبی معاملات میں بھی اسلامی موقف کا دفاع نہ کرسکیں تو مسلمانوں کی رہی سہی ساکھ بھی خاک میں مل جائے گی۔

دوسری خبر اس سے بھی زیادہ حیران کن ہے...... سچ تو یہ ہے کہ کوئی درد مند مسلمان اسے پڑھ کر چین کی نیند نہیں ہوسکتا۔ پہلی خبر کے تناظر میں اس سے جھلکنے والا احساس کم مائیگی کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ ایک طرف تو اسلام سے انحراف کرنے والوں کے لیے اتنی سہولتیں کہ خود امریکی صدر بش ان کی پیٹھ تھپک رہا ہے۔ دوسری طرف یہ حال ہے کہ کفر سے اسلام کی جانب آنے والے سب سے بڑی اسلامی عسکری طاقت کی آغوش میں رہتے ہوئے بھی بے اماں ہیں۔ انعم' ندا اور افشاں جو ہندومت ترک کر کے اسلام کے دامنِ رحمت میں آئی ہیں' پاکستان کے پندرہ کروڑ مسلمانوں کی بہنیں بن چکی ہیں' مگر ان پندرہ کروڑ مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی انہیں تحفظ حاصل نہیں۔ یہاں قانون کے محافظ مسلمان ہیں' عدالتیں مسلمانوں کی ہیں' جج مسلمان ہیں' حکومتی مشینری پوری کی پوری مسلمانوں کی ہے' شہری اکثریت انہی کی ہے' ان سب کی موجودگی میں ان بہنوں کے ساتھ یہ ظلم...... کیا ہماری مذہبی غیرت بالکل مردہ ہوچکی ہے...... ہم صرف سڑکوں پر نعرے لگاتے ہوئے مذہبی حمیت کا ثبوت دے سکتے ہیں' ان بہنوں کے دین و ایمان کی ہمارے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں......؟ شاید ہم نے یہ سمجھا ہوگا کہ "کیا فرق پڑتا ہے...... کروڑوں مسلمانوں میں ہم جیسے چند مسلمان اور بڑھ جائیں گے تو کیا ہوگا......؟" مگر یہ ہماری بھول ہے...... کفر سے اسلام کی طرف آنے والے لوگ ہم جیسے مسلمان نہیں ہوتے...... ہم نے ماں باپ کی گود میں سیکھے ہوئے کلمے کو اب تک احساس اور شعور کی گہرائی کے ساتھ نہیں پڑھا' اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا' اس لیے یہ کلمہ ہم سے حرام کمائی تک نہیں چھڑا سکا۔ ہمیں ظلم و ستم' مکر و فریب' بداخلاقی و دروغ گوئی سے نہیں روک سکا۔ ناشکری' بے صبری' کام چوری کی عادات تبدیل نہیں کرا سکا۔ بخل وحرص اور چند سکوں کی محبت ہمارے دلوں سے نہیں نکال سکا...... اس لیے ہم کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی صابن کے جھاگ کی طرح بے وزن ہیں...... لیکن...... اسلام کے دامن میں آنے والی یہ بہنیں جس شعور و احساس کے ساتھ اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے رہی ہیں

(باقی صفحہ 14 پر)

امیر تنظیم کا دورہ بہاولنگر

10 مارچ بروز جمعہ 2006ء کو امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب بہاولنگر تشریف لائے۔ حلقہ بہاولنگر و بہاولپور میں اُن کے دورے کا باقاعدہ آغاز قرآن اکیڈمی کی مسجد جامع القرآن والسنہ میں خطاب جمعہ سے ہوا۔ امیر محترم نے سورۃ اعراف کی آیت نمبر 157 کی روشنی میں گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا کہ حب رسول ﷺ کے تقاضے کیا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ پر پختہ ایمان' آپؐ کی عزت وتکریم' مدد ونصرت' اور قرآن حکیم کی حقیقی معنوں میں پیروی سے ہی ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم سچے عاشق رسول ﷺ ہیں اور وہ مشن جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے جاں نثار ساتھیوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں اور جان ومال لگا دیا' ہم بھی اُسی مشن یعنی دین حق کی سربلندی کی خاطر مال و جان سے جہاد کریں۔ نماز عصر کے بعد حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ پانچ افراد نے تنظیم اسلامی میں شمولیت کا اعلان کیا اور بیعت کی۔ اس کے بعد امیر محترم ہارون آباد روانہ ہو گئے۔

شہر میں اس پروگرام کی دعوت کے لیے 4000 ہینڈ بلز اور 6 بینرز استعمال کئے گئے۔ تقریباً 200 افراد نے پروگرام میں شرکت کی۔ نئے رفقائے تنظیم جناب حافظ محمد مظہر' محمود ملک ممتاز' شیخ یاسین اور محمد اخلاق کا بالخصوص اور ان تمام لوگوں کا ممنون ہوں جنہوں نے اس پروگرام کی دعوت کے لیے تعاون کیا۔ نماز جمعہ کے بعد حاضرین کو کتابیں (سچا امتی اور تنظیم اسلامی کا اجمالی تعارف) بطور ہدیہ دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہماری سعی وجہد کو قبول فرمائے۔ آمین! (مرتب: محمد رضوان عزمی)

تنظیم اسلامی تیمر گرہ کے زیراہتمام شب بیداری

تنظیم اسلامی تیمر گرہ کے تحت حلقہ کے دفتر میں ماہانہ بنیادوں پر ایک شب بیداری کا انعقاد ہوتا ہے' جس میں حلقہ کے ذمہ داران' تنظیم تیمر گرہ کے رفقاء اور تیمر گرہ کے نزدیک ترین منفرد رفقاء اور احباب شرکت کرتے ہیں۔ اس ماہ یہ پروگرام 4 فروری 2006ء کو منعقد ہوا۔ جس میں حلقہ ذمہ داران سمیت 16 رفقاء اور تقریباً 20 احباب نے شرکت کی۔ نماز عصر کے بعد عزیز الحق نے ''قرآن مجید' ایک ضابطۂ حیات'' کے موضوع پر ایک جامع اور پُراثر خطاب کیا۔ جبکہ ایک اور مسجد میں شاکر اللہ نے قرآن مجید کے حقوق بیان کئے جس کو تقریباً 20 افراد نے سنا۔ امیر حلقہ نے ''دجالی فتنہ'' کے موضوع پر ایک پرمغز تقریر کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی بجائے اسباب کائنات پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ آخرت کی بجائے دنیا کو اپنا محور بنا رکھا ہے' اور روح کے مقابلے میں جسم پر اپنا سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ یہ اصل دجالی تہذیب کا فتنہ ہے جس میں آج تقریباً تمام انسانیت ملوث ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے ایمان اور عمل کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے قرآن مجید کو اپنائیں' قرآن کو اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں اور اس دجالی اور طاغوتی نظام کو ختم کرنے کے لیے اپنا تن' من اور دھن لگائیں تاکہ اسلام کا وہ نظام قائم ہو جائے جو عدل وقسط پر مبنی ہے۔ 5 فروری کی صبح نماز فجر کے بعد منفرد رفیق حافظ احسان اللہ نے آیت البر پر درس قرآن دیا۔ اس پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (مرتب: شاکر اللہ)

روداد سہ روزہ دعوتی پروگرام حلقہ پنجاب جنوبی

5 تا 7 مارچ 2006ء حلقہ جنوبی پنجاب میں مرکزی ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر اور نائب ناظم دعوت اشرف وصی کی قیادت میں جامع مسجد عثمان تنظیم اسلامی ملتان شمالی میں ایک سہ روزہ پروگرام منعقد ہوا' جس میں ملتان کی تینوں تنظیم اور اسرہ ملتان کینٹ کے رفقاء شریک ہوئے۔ اس پروگرام میں امراء' تنظیم اور نقباء کی کل وقتی شرکت لازمی تھی۔ پروگرام کی تشہیر کے لیے 500 دعوت نامے چھپوائے گئے۔ دن کے اوقات میں مذاکرہ کا پروگرام جاری رہتا۔ عصر کی نماز کے بعد رفقاء کی جماعتیں تشکیل دے کر علاقہ میں گشت کیا جاتا اور اہل علاقہ کو عمومی خطاب کی دعوت دی جاتی۔ عمومی خطاب تینوں دن بعد از نماز مغرب ہوئے۔ مسجد عثمان کے علاوہ دو اور مساجد جامع مسجد محمود آباد اور جامع مسجد خان ویلیج میں بھی بعد نماز مغرب عمومی خطابات ہوئے۔ اُن مساجد کے پروگرام کی تشہیر کے لیے علیحدہ 600 دعوت نامے چھاپے گئے۔ جامع مسجد عثمان میں ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر نے بندگی رب کی حقیقت' شہادت علی الناس اور اقامت دین کی فرضیت کے موضوعات پر خطابات فرمائے۔ اسی طرح محمد اشرف وصی نے جامع مسجد محمود آباد میں اور ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے جامع مسجد خان ویلیج میں خطابات فرمائے۔ اس پروگرام میں 65 رفقاء نے جز وقتی اور 25 رفقاء نے کل وقتی شرکت کی۔ پروگرام کے پہلے دن حلقہ کے منفرد رفقاء اور تنظیم اسلامی وہاڑی کے رفقاء نے بھی جز وقتی شرکت کی۔ کیونکہ یہ رفقاء حلقہ کے اراکین شوریٰ کے چناؤ کے لیے ہونے والی رائے دہی میں شرکت کے لیے ملتان آئے ہوئے تھے۔

پروگرام میں تعلیمی و تربیتی نقطۂ نظر سے بعد از نماز عشاء مطالعہ حدیث' مطالعہ سیرت النبی ﷺ کے موضوعات پر مذاکرہ ہوا اور بعد از نماز فجر درس قرآن' ادعیہ ماثورہ کی اہمیت وفضیلت اور فقہی مسائل جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل گفتگو اور تعلیم ہوئی۔ اس تربیتی پروگرام میں تدریس اور تعلیم کی ذمہ داری ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی' محمد عطاء اللہ خان' محمود الٰہی چوہدری' ندیم احمد ملک' سید محمد جہانزیب اسلم' جام عابد حسین' حافظ انیس الرحمٰن نے سرانجام دیں۔

تمام تنظیم کے رفقاء کو مہمان نوازی اور طعام گاہ کی خدمات کا موقع دیا گیا۔ الحمد للہ پروگرام نہایت بھرپور رہا۔ تنظیمی فکر تازہ ہوئی۔ رفقاء نے جان ومال اور اوقات کا انفاق کیا۔ عمومی خطابات میں حاضری 75 کے قریب رہی۔ مسجد عثمان کے محترم قاری صاحب نے بھی بھرپور تعاون فرمایا۔ آخری دن تمام رفقاء بعد نماز عشاء اپنے اپنے گھروں کو عازم سفر ہوئے۔

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

☆ضرورت رشتہ☆

☆دو بچیوں جن کی عمر 27 سال' قد "4-5' تعلیم M.A'B.Sc'B.Ed اسلامیات مقیم اسلام آباد اور 30 سال' قد "5-5' تعلیم M.S.Ed مقیم لاہور کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار رشتے مطلوب ہیں۔
برائے رابطہ: اظہر بختیار خلجی
مرکز تنظیم اسلامی 67۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور
فون: 6316638-6366638

❁❁❁

☆کشمیری خاندان کو اپنی بیٹی' عمر 30 سال' ایم اے انگلش خلع یافتہ (بغیر رخصتی) کے لیے دیندار' باعمل اور تعلیم یافتہ رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0321-4076484' 042-5890491

❁❁❁

☆علوم دین کی پروفیسر جو خود بھی کلی طور پر دینی رجحانات کی حامل ہیں (اہل حدیث' عمر تقریباً 50 سال) کے لیے قرآن وحدیث کی تعلیمات کا فہم رکھنے والے اور باعمل پڑھے لکھے برسر روزگار رشتہ جس کی عمر 50 اور 55 سال کے درمیان ہو' درکار ہے۔ فون: 042-5830207

❁❁❁

☆لاہور کے رہائشی کشمیری خاندان کی بیٹی' عمر 26 سال' تعلیم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ فون: 042-7845670

ہماری تمام کاوشوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہونا چاہئے!

بھاولنگر سے رفیق تنظیم محمد رضوان عزمی کا رفقائے تنظیم کے نام تذکیر اور یاد دھانی پر مشتمل خط

معزز رفقائے تنظیم اسلامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

تنظیمی بھائیو! مقام شکر ہے کہ آپ دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جگہ جگہ جا رہے ہیں، اللہ کی راہ میں اپنے پاؤں کو غبار آلود کر رہے ہیں اور اسلامی نظام کے لیے فضا کو سازگار بنانے میں کوشاں ہیں۔ بطور تذکیر یہ بات عرض کروں کہ یہ کارِ نبوت ہے۔ انبیاء و رسل کو اللہ نے اس لیے مبعوث فرمایا کہ بندگانِ رب کو بندگیٔ رب کا پیغام پہنچائیں۔ خواب غفلت میں مدہوش انسانوں کو بیدار کریں اور منزل سے ہمکنار فرمائیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اپنے بھائیوں میں اس مشن کو لے کر اُٹھے ہیں۔ ہمارا معاشرہ مسلمانوں کا معاشرہ ہے' جو اسلام اور ایمان سے قدرے آشنا اور نبی اکرم ﷺ کے عشق سے سرشار ہے۔

یاد رکھیے! دعوت دین اصل میں اللہ کی بندگی کی دعوت ہے اور طاغوتی نظام کی گرفت سے سارے انسانوں کو چھڑانے کا کام ہے' ظلم کی چکی میں پسے جانے والے کروڑوں بندگان خدا کو ظلم سے بچانے کا مشن ہے اور شیطانی معاشی نظام' استحصالی سیاسی نظام اور جاگیردارانہ نظام سے انسانوں کو آزاد کرانے اور انہیں اسلام کے انقلابی راستہ پر ڈالنے کی جدوجہد ہے تاکہ وہ انسانوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی میں آجائیں' انصاف اور عدل کا نظام قائم کریں اور شریعت کو بالادست قانون کا درجہ دلائیں۔ گویا ہم ایک بڑی جدوجہد کے لیے عوام کو تیار کرنا چاہتے ہیں۔

میں آپ رفقاء کو جو اس کام میں دل و جان سے شریک ہیں' مبارکباد پیش کرتا ہوں خوش نصیب ہیں آپ' جو اپنا جان و مال اور وقت و صلاحیت اللہ کی راہ میں لگا رہے ہیں۔ آپ کے لیے تحسین ہے' آفرین ہے کہ آپ نے وقت کی نزاکت کو سمجھا ہے' اور دین کی پکار پر لبیک کہا ہے۔

① معزز رفقاء! فکر کی تازگی کی غرض سے میں چند باتوں کی یاددہانی کرا رہا ہوں۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہماری تمام کاوشوں کا اولین اور بنیادی مقصد اللہ کی رضا' آخرت کی فلاح اور جنت کا حصول ہونا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے جدوجہد ہماری غلبہ دین کی جدوجہد ہے جس میں آپ اور میں اپنا اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی نیتوں کو ہر کھوٹ سے پاک کر لیں' اپنے آپ کو یکسو کر لیں' اللہ کے لیے خالص کر لیں۔

② تحریک کا بنیادی تقاضا امیر کی اطاعت ہے۔ ہم میں سے ہر رفیق معروفات میں اپنے امیر/نقیب کی اطاعت کرے' باہمی مشورہ سے معاملات طے کئے جائیں۔ جو بات طے ہو جائے' ہم سب عزم اور پامردی کے ساتھ اُس پر عمل درآمد کریں۔

③ حکمت و دانائی مؤمن کا ہتھیار ہے۔ ماحول اور حالات کی نزاکتوں کے مطابق دعوت پیش کرنا' رسول اللہ کی سنت ہے۔ اختلافی مسائل اور بحث و مناظرہ سے بچ کر یہ کام کیا جائے۔ ''مشترکات'' کی طرف لوگوں کو بلایا جائے۔

④ قابل قدر بھائیو! ضروری ہے کہ مسجد سے ہمارا تعلق مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔ مسجد دعوت کا بھرپور ذریعہ بنے۔ اذان ہوتے ہی مسجد کا رخ کیا جائے۔ اگلی صفوں میں جگہ بنائی جائے۔ امام صاحب کے پیچھے بیٹھا جائے۔ تمام سنتوں کو اپنایا جائے۔ آداب مسجد کا خیال رکھا جائے۔ امام مسجد' مؤذن' خادمین سب سے خندہ پیشانی سے ملا جائے۔ ہم اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع اختیار کریں۔ اذکار مسنونہ' قرآن کی تلاوت اور ادعیہ ماثورہ کو معمول بنائیں۔ نماز میں خشیت اور انابت' توجہ اور رجوع کی کیفیت ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ اللہ کی طرف سے کام کی قبولیت کی نوید ہے اور کارکردگی کی تحسین ہے۔

⑤ ہمیں یہ بھی خیال رہے کہ ہم اذکار اور دعاؤں کا مستقل ورد کرتے رہیں۔ زیادہ تر سری' کبھی کبھار جہری بھی ذکر کیجئے۔ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ ہم اپنا کام کرتے چلے جائیں اور اسے نتیجہ خیز بنانے کے لیے اپنے مالک کے سامنے دعا کا سہارا لیں۔ وہ کام کی خامیوں کو دور کر دے گا' کوتاہیوں سے درگزر کر لے گا اور ہمارے ضعف کو قوت میں بدل دے گا۔ اُس کا وعدہ ہے کہ ''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔'' اور وہ اپنے وعدے کا پکا اور سچا ہے۔

⑥ ہم خود بھی دینی کتب کا مطالعہ کریں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لیے دیں۔ مسنون دعائیں یاد کریں۔ قرآن کے جو حصے یاد ہیں اُن کو دہرانے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

⑦ آیئے ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور ایثار سے پیش آئیں۔ احسان کا رویہ اپنائیں' غصہ اور ترش روی سے بچنے کی کوشش کریں۔ کھانے پینے' سونے جاگنے اور دیگر وظائف زندگی بجا لاتے ہوئے مسنون طریقے اپنائیں' اپنے ذہن کو بھی پاکیزہ خیالات سے معمور رکھیں اور اپنے ماحول کو بھی پاکیزگی سے بھریں۔

بھائیو! ہمارا کام اللہ کے راستہ میں جہاد ہے۔ ماحول مجموعی طور پر سازگار ہے اور فضا میں تنظیم اسلامی کے لیے حمایت اور پیاس موجود ہے۔ یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔

موسم اچھا' پانی وافر' مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دھقان

ہم اس کا احساس کریں اور پوری محنت و توجہ سے اپنے حصہ کا کام کریں تاکہ ہم اس انعام کے مصداق بن سکیں ۔

فضائے بدر پیدا کر' فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مساعی کو قبول فرمائے اور ہمارے دین اور ملک کو نادان دوستوں اور شاطر و خطرناک دشمنوں سے مکمل طور محفوظ رکھے اور ہمیں نیک' مجاہد اور درویش صف قیادت عطا فرمائے اور وہ ہمارا حامی و ناصر ہو جائے۔ آمین!

بقیہ: رسول اکرم ﷺ کی خانگی زندگی

ہے کہ ''داعی'' کو وہ گیٹ سے باہر چھوڑ کر آ گئے۔ جو گھر میں داخل ہوا وہ وہی روایتی شوہر یا باپ ہے جس کے لیے گویا گھر کی چار دیواری میں دعوت کا میدان موجود نہیں ہے۔ مرد کی پرکھ سب سے زیادہ اس زیردست پر ہوتی ہے' جسے بیوی کہتے ہیں۔ آپ نے ازواج مطہرات ؓ کے ساتھ حسن سلوک کی عظیم الشان مثالیں پیش کیں۔ اسی لیے آپ ؐ نے امت کو بھی پیمانہ یہی دیا کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ کی مبارک گھریلو زندگی کی جھلک دکھاتے ہوئے یہ فکر دامن گیر ہونے لگتی ہے کہ آج کی شکوؤں اور شکایتوں کی ماری ہوئی عورت اس عظیم خانگی زندگی کو دیکھ کر مزید ناشکری کی مرتکب نہ ہونے لگے۔ بہرصورت عورت کی یاددہانی کے لیے ضروری ہے کہ جہاں آپ ؐ کی ہستی میں ایک شفیق و حلیم نمونہ ہے۔ شوہروں اور بھائیوں کے لیے' وہاں خواتین کے لیے بھی اسوۂ کامل حضرت خدیجہؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کا ہے۔

ایران کو الٹی میٹم

سلامتی کونسل کے پانچ ''بڑوں'' نے ایرانی حکومت کو الٹی میٹم دے دیا ہے کہ وہ تیس دن کے اندر اندر یورینیم کی افزودگی کا کام روک دے۔ ایرانی حکومت نے یہ ''حکم'' ماننے سے انکار کر دیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ یورینیم کی افزودگی زور شور سے جاری رہے گی۔ یاد رہے کہ ایران نے این پی ٹی معاہدے پر دستخط کر رکھے ہیں اور اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ بجلی پیدا کرنے والے ایٹمی ری ایکٹروں میں بطور ایندھن استعمال کرنے کے لیے یورینیم افزودہ کر سکے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ایران یورینیم افزودہ کر کے ایٹم بم بنا بھی لیتا ہے تو کیا غلط کام کرے گا؟ امریکا اور اس کا پالتو اسرائیل آج مشرق وسطیٰ کے ٹھیکے دار بنے بیٹھے ہیں اور دونوں کے پاس لاتعداد ایٹم بم ہیں۔ اب ایران ایٹم بم بنانے کی کوشش کر رہا ہے تو انہیں آگ لگ گئی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک علاقے میں ''طاقت کا توازن'' بگڑ جائے گا۔

ہوسکتا ہے کہ ایران کے امریکا اور اس کے حواریوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تو اس پر حملہ ہو جائے۔ تاہم امریکا کے لیے یہ آسان کام نہیں ہوگا کیونکہ ایرانی افواج عراقی اور افغانی افواج سے کہیں زیادہ طاقتور، تجربے کار اور جدید اسلحے سے لیس ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جس دن امریکا نے ایران پر حملہ کیا، وہ کرۂ ارض پر اس کی ''سپر میسی'' کا آخری دن ہوگا، ان شاءاللہ۔

ابراہیم جعفری استعفیٰ دیں

عراق میں پارلیمانی انتخابات ہوئے تین ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے مگر شیعہ، سنی اور کرد سیاسی جماعتوں میں وزیراعظم کے سلسلے میں کسی ایک نام پر اتفاق نہیں ہو سکا۔ کرد اور سنی خاص طور پر موجودہ عراقی وزیراعظم، ابراہیم جعفری کے خلاف ہیں۔ اب انتخابات جیتنے والے 'یونائیٹڈ عراقی الائنس' کے ارکان کی اکثریت بھی چاہتی ہے کہ موصوف کو ہٹا دیا جائے۔ اس تبدیلی سے ظاہر ہے کہ شیعہ اتحاد میں دراڑیں پڑنے لگی ہیں۔ ابراہیم جعفری دعوہ پارٹی کے سربراہ ہیں جو اس اتحاد کا حصہ ہے۔ انہوں نے از خود استعفیٰ دینے سے انکار کر دیا ہے۔

ابراہیم جعفری پر الزام ہے کہ ان سے ملک کی باگ ڈور موثر طور پر نہیں سنبھالی جا رہی۔ شنید ہے کہ امریکا بھی ان سے ناراض ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مستقبل میں عراق کا وزیراعظم کون بنتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ تمام مسائل پر شیعہ، سنیوں اور کردوں میں اتفاق ہو جائے تاکہ یہ اسلامی ملک خانہ جنگی کی آفت اور حملہ آوروں سے نجات پا سکے۔ روزانہ وہاں تیس چالیس عراقی بم حملوں میں مر جاتے ہیں۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں نے تو عراق کو اس کے باشندوں کے لیے جہنم بنا دیا ہے۔

امارات میں لیبر یونین

متحدہ عرب امارات کے وزیر مزدوراں علی ال کعبی نے صحافیوں کو بتایا ہے کہ امارات حکومت جلد ایسا قانون لانے والی ہے جس سے مزدوروں کو لیبر یونین بنانے کی اجازت مل جائے گی۔ فی الوقت امارات میں لیبر یونین بنانا غیر قانونی ہے۔ وزیر موصوف کا کہنا ہے کہ اس قانون کے ذریعے مزدوروں کے حقوق و فرائض متعین کیے جائیں گے اور یہ بھی کہ ہڑتال کس صورت حال میں جائز ہوگی۔ یاد رہے کہ امارات میں 90 فیصد مزدوروں کا تعلق بھارت، پاکستان، چین اور دیگر ایشیائی ممالک سے ہے۔ امید ہے کہ یہ نیا قانون ان کے لیے خیر کا پیغام لائے گا۔

مغربی یورپ کے مسلمان

ایک تازہ تحقیق کے مطابق مغربی یورپ میں مسلموں کی تعداد بیس لاکھ سے زیادہ ہو گئی ہے۔ یہ رپورٹ امریکا کے پینٹاگون اور سی آئی اے نے مشترکہ طور پر تیار کی ہے۔ اس تحقیق کے مطابق ہر دس سال بعد مغربی یورپ کے مسلمانوں کی تعداد میں 50 فیصد اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں مقامی باشندوں کی آبادی صرف 1.50 فیصد کے حساب سے بڑھ رہی ہے۔ رپورٹ میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی تعداد یونہی بڑھتی رہی تو ایک وقت آئے گا کہ مغربی یورپ میں مسلمان اکثریت میں آ جائیں گے۔ رپورٹ کے مطابق مسلمانوں کی تعداد بڑھنے کی ایک بڑی وجہ غیر قانونی تارکین وطن ہیں۔

طالبان کی واپسی

پچھلے چند ماہ سے جنوبی اور مشرقی افغانستان میں طالبان کی سرگرمیاں بڑھ گئی ہیں اور انہوں نے کئی دیہات پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ کامیابیاں دیکھتے ہوئے برطانوی وزیر دفاع جان ریڈ نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ افغانستان میں طالبان کا اقتدار بحال ہو سکتا ہے اور ''دہشت گرد'' واپس آ سکتے ہیں۔ دہشت گردوں سے موصوف کی مراد القاعدہ کے ارکان ہیں۔ یاد رہے کہ برطانیہ جلد ہی جنوبی افغانستان میں تین ہزار فوجی بھیجنے والا ہے تاکہ وہاں طالبان کا اثر و رسوخ کم کیا جا سکے۔

صدر حامد کرزئی کی حکومت نے افغانستان کی حالت بہتر بنانے کے لیے بلند و بالا دعوے کیے تھے مگر اس کی خاص کارکردگی نظر نہیں آتی۔ اب بھی ملک میں غربت عام ہے اور صرف 13 فیصد لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر ہے۔ ملکی معیشت کا زیادہ تر دارومدار غیر ملکی امداد پر ہے۔ 2002ء سے لے کر اب تک افغان حکومت کو 11.9 ارب ڈالر کی امداد مل چکی ہے۔ تاہم لگتا ہے کہ اس رقم میں سے بیشتر عوام تک پہنچنے کی بجائے جنگی سرداروں کی جیب میں چلی گئی ہے۔ ترقی پذیر ممالک کا یہ دیرینہ مسئلہ ہے۔

فلسطین، اسرائیل اور امن کا خواب

پچھلے ہفتے مشرق وسطیٰ کے حساس ترین علاقے میں دو نمایاں واقعات رونما ہوئے۔ اول حماس کے قائدین نے فلسطین اتھارٹی کا انتظام سنبھال لیا، دوم اسرائیل کے پارلیمانی انتخابات میں قدیم پارٹی جیت گئی جو بیمار سابق اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون نے چند ماہ قبل بنائی تھی۔ قدیم پارٹی معتدل جماعت ہونے کی دعویٰ دار ہے، تاہم فلسطین کے مسئلے پر اسرائیلیوں کا سارا معتدل پن ہوا ہو جاتا ہے اور وہ شدت پسند نظر آنے لگتے ہیں۔

جیسے ہی فلسطینی وزیراعظم اسماعیل ہنیہ اور ان کی چوبیس رکنی کابینہ نے حلف اٹھایا، اسرائیل امریکا اور کینیڈا نے فلسطین اتھارٹی سے روابط توڑ لیے۔ امریکی پہلے ہی حماس حکومت کو امداد نہ دینے کا اعلان کر چکے ہیں۔ اسی لیے نئی فلسطینی حکومت مالی مسائل میں مبتلا ہے۔ تاہم عرب ممالک نے اسے امداد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ امید ہے کہ وہ اپنا وعدہ نبھائیں گے۔ فلسطین اتھارٹی کو ہر سال ایک ارب ڈالر بطور امداد ملتے ہیں۔ جس سے کہ وہ انتظام حکومت چلاتی ہے۔ اتھارٹی میں ایک لاکھ چالیس ہزار کارکن مختلف ذمے داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔

یاد رہے کہ قدیم پارٹی کے قائم مقام سربراہ اور اسرائیل کے موجودہ وزیراعظم، یہود اولمرت مغربی کنارے میں حد بندی بنوا رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی تصفیہ نہ ہوا، تو اسرائیل 2010ء تک اس حد بندی کو اپنی سرحد قرار دے ڈالے گا۔ اسماعیل ہنیہ نے ان کے اعلان کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسرائیل کو یک طرفہ طور پر سرحدیں قائم کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ انہوں نے اجلاس میں اسرائیلی وزیراعظم کے بیان کی مذمت کی ہے۔

بنگلہ دیشی سرحد پر باڑ

بھارتی وزیراعظم، من موہن سنگھ نے اعلان کیا ہے کہ بھارت بنگلہ دیش سے ملنے والی اپنی ساری سرحد پر باڑ لگائے گا تاکہ غیر قانونی تارکین وطن کی آمد کو روکا جا سکے۔ یاد رہے کہ دونوں ممالک کے مابین سرحد 4095 کلومیٹر لمبی ہے۔ بنگلہ دیش بھارتی صوبوں آسام، تری پورہ اور میگھالیہ سے ملتا ہے۔ بھارتی حکومت کا دعویٰ ہے کہ بنگلہ دیشی حکومت اپنے باشندوں پر زور دیتی ہے کہ وہ ان بھارتی صوبوں میں تلاش معاش کے سلسلے میں جائیں۔ بنگلہ دیشی حکومت نے سختی کے ساتھ اس الزام کی تردید کی ہے۔

شاہ عبداللہ کی اصلاحات

سعودی عرب کے شاہ عبداللہ نے مجلس شوریٰ سے اپنا پہلا سالانہ خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ملک میں بتدریج اصلاحات نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ پوری دنیا کے ساتھ چل سکے۔ ان کا کہنا ہے ''ہمارے ارد گرد پوری دنیا تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہی ہے۔ اس صورت حال میں ہم روایت پسند نہیں رہ سکتے۔'' تاہم انہوں نے کہا ہے کہ اصلاحات کا عمل ہرگز شریعت سے متصادم نہیں ہوگا۔ عنقریب سرکاری ڈائیلاگ کے ذریعے قومی سطح پر ان اصلاحات پر بحث و مباحثہ شروع ہونے کا امکان ہے۔

پریس ریلیز

4-اپریل 2006ء

حکمران عالمی شیطانی تہذیب سے سازگاری کی خاطر اسلام کی من مانی تعبیرات کر رہے ہیں...... حافظ عاکف سعید

روشن خیالی اور رواداری کی آڑ میں مقام رسالت کو گھٹانے کا فتنہ موجودہ دور کا خطرناک فتنہ ہے۔ اگرچہ یہ نیا نہیں، پرویزیت کے عنوان سے اسے شروع ہوئے ایک عرصہ ہو چکا ہے مگر تشویشناک بات یہ ہے کہ موجودہ حکمرانوں کے دور میں اسے سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی ہے۔ یہ گمراہ فکر درحقیقت سنت کا انکار اور رسول اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کو کم کرنے کی سازش ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہی، جو تنظیم اسلامی کے اجتماع ذمہ داران کے تیسرے روز اختتامی سیشن سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ہدایت کے آگے سر تسلیم خم کر دے، مگر ہمارے بعض عقل گزیدہ دانشوروں کا المیہ یہ ہے کہ وہ اپنی عقلِ عیار کو آسمانی ہدایت اور بالخصوص سنت رسول ﷺ کے تابع کرنے کو تیار نہیں۔ اسی طرح ہمارے حکمران موجودہ عالمی شیطانی تہذیب سے سازگاری کی خاطر اسلام کی من مانی تعبیرات کے ذریعے معروف و منکر کے معیارات میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سنت رسول ﷺ ہے کیونکہ سنت ہی قرآن کی مستند تفسیر ہے اور اس کی موجودگی میں اسلام کی من مانی تعبیرات نہیں کی جا سکتیں۔ لہٰذا انکارِ سنت کے فتنے کی بھرپور سرپرستی کی جا رہی ہے تاکہ نام نہاد روشن خیالی کی، جسے فرعونِ وقت بش کی ڈکٹیشن پر ملک میں رائج کیا جا رہا ہے، راہ ہموار کی جا سکے۔ انہوں نے واضح کیا کہ قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ انسانیت کی رہنمائی کے لیے جامع پیکج ہے۔ دین میں قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ سنت رسول ﷺ بھی حجت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ میں مسلمانوں کو واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ بھی رسول تمہیں دیں اُسے اختیار کر لو اور جس چیز سے روکیں اُس سے رُک جاؤ۔

باغی مرید

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی!
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن!
شہری ہو دہاتی ہو مسلمان ہے سادہ!
مانندِ بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن
نذرانہ نہیں! سود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں ہے عقابوں کے نشیمن!

(علامہ محمد اقبالؒ)

دعائے مغفرت

☆ ملتزم رفیق تنظیم شیر محمد حنیف کی والدہ ماجدہ بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے متحرک رفیق اور حلقہ کے معتمد عمومی جناب عبدالغفور صاحب قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔

☆ رفقاء تنظیم اسلامی، کورنگی سید رضوان علی اور سید جبران علی کے دادا وفات پا گئے ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

ندائے خلافت کے قلمی معاون اور بزرگ رفیق تنظیم قاضی عبدالقادر صاحب کے پتے کا آپریشن ہوا ہے۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ ملم جبہ، سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے، روشن اور ہوادار کمرے، نئے قالین، عمدہ فرنیچر، صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے، اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن، جی ٹی روڈ، امانت کوٹ، مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056، ہوٹل: 0946-835295، فیکس: 0946-720031

دین فہمی بذریعہ خط و کتابت

ادارہ فہم دین کا مرتب کردہ چوتھا کورس

دستورِ حیات

انفرادی و اجتماعی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منشا کے مطابق ڈھالنے کے لیے ایک منفرد کورس

پراسپکٹس اور دیگر تفصیلات کیلئے رابطہ:

فہم دین خط و کتابت کورسز

جامع مسجد رحمۃ للعالمین، نذیر پارک، سٹریٹ 1، نزد جنرل ہسپتال، غازی روڈ، ڈاکخانہ اسماعیل نگر لاہور-54760 موبائل: 0301-4870097

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 13

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

By Frederic Grare

Consequences of an Independent Baluchistan

If Baluchistan were to become independent, would Pakistan be able to withstand another dismemberment—thirty-four years have passed since the secession of Bangladesh—and what effect would that have on regional stability? Pakistan would lose a major part of its natural resources and would become more dependent on the Middle East for its energy supplies. Although Baluchistan's resources are currently underexploited and benefit only the non-Baluch provinces, especially Punjab, these resources could undoubtedly contribute to the development of an independent Baluchistan. Baluchistan's independence would also dash Islamabad's hopes for the Gwadar port and other related projects. Any chance that Pakistan would become more attractive to the rest of the world would be lost. Pakistan's losses from an eventual secession would not be limited to the economic domain.

Although the central government could still find facilities for testing its nuclear weapons and missiles, the test sites would have to be in the vicinity of more populated areas. Some nationalists, Pakistan: the ResuRgence of Baluch nationalism who are fully aware that they hold a trump card that would allow them to play on international sensitivities, claim that they would accept immediately the denuclearization of any future Baluch state in exchange for international support in their struggle for independence. Neighboring countries are also not very enthusiastic about the prospect of a Pakistan weakened by the secession of Baluchistan. Iran, which in 1973 sent its military helicopters to assist Pakistani armed forces, and Afghanistan have strong Baluch minorities in their territories. They do not want a Baluch state, with a raison d'être that is essentially ethnic, on their southeastern border.

The independence of Pakistani Baluchistan would inevitably give rise to the fear of the revival of Baluch support for a Greater Baluchistan. India may be tempted to look at the further partition of Pakistan as an opportunity for forging a new anti-Pakistan alliance. An insurrection in Baluchistan might pressure Islamabad to resolve the India-Pakistan conflict over Kashmir, but a change of regional boundaries could revive fears of irredentism in Kashmir and in the territories of the Northeast that a vengeful Pakistan would be only too eager to exploit.

Despite the secular nature of Baluch nationalism, the United States is worried about the possibility of a war for independence complicating the U.S. fight against Islamist terrorism in the region. If the United States were to undertake a military action against Iran, it could also use Pakistani Baluchistan for conducting subversive acts in Iranian Baluchistan. For the United States to be able to do this, the Pakistani province would have to remain calm and not pose a threat to the interests of Washington's allies.

The final question is whether an independent Baluchistan would be a viable state, or whether it would itself become a threat to regional stability. If an independent Baluchistan did not receive foreign technical assistance, it might not be able to exploit the control of its natural resources it would gain from independence. With a ridiculously low level of literacy and a lack of administrative experience, Baluchistan may not at the present time have the human resources required to develop its natural resources. Baluchistan's sparse population, which is scattered over a huge area, would also affect the economic and political viability of the new state. In addition, its ethnic composition could pose problems.

Although the population of Baluchistan in 1998 was estimated to be about six and onehalf million, only approximately three and one-half million are Baluch; two and one-half million are Pashtun and a little more than a half million belong to other ethnic groups. The Baluch do not see this as a handicap because the Pashtun population is found in the northern part of the province and along the Afghan border, territories that are not historically a part of Baluchistan. They do worry, however, about projects like the Gwadar port that bring in non-Baluch residents; these newcomers could bring about a marked change in the province's ethnic balance. Although large Baluch minorities have settled outside the province, they are not likely to return to their homeland if it becomes independent because of the lack of adequate development there. If Pakistan is divided at some time in the future, an independent Baluchistan would become in all probability a new zone of instability in the region. Its instability would affect the interests of all the regional players. Yet, unless Pakistan changes its policy toward Baluchistan dramatically, the possibility of Baluchistan eventually gaining its independence cannot be ruled out.